الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی وعلمی ترجمان

ماہنامہ

اشرفیہ

مبارک پور

جولائی 2022ء

ashrafiamonthly@gmail.com

https://aljamiatulashrafia.in

اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی کرنے کا مقصد

عام طور پر ذہنوں میں سوال پریشان کرتا ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی کرنے کا مقصد کیا ہے۔ ذات باری تعالیٰ بے نیاز ہے، وہ سب کو عطا کرتا ہے، اسے نہ گوشت کی ضرورت ہے اور نہ خون کی۔ اگر آپ فلسفۂ قربانی پر غور کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ خالق ورازق ہے، وہ ارحم الراحمین ہے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے، اپنے بندوں کے احوال سے بخوبی واقف ہے، احوال تو ظاہری اوصاف ہوتے ہیں، وہ دلوں کی کیفیات پر بھی نگاہ رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے ظاہری اور باطنی احوال اور کیفیات کھلی کتاب کی طرح اس کے سامنے ہیں، کہ دنیا میں کتنے مسلمان پریشان رہتے ہیں۔ بعض کو تو پورے پورے سال گوشت چکھنے کو بھی نہیں ملتا اور کچھ خریدنے کی استطاعت بھی رکھتے ہیں مگر حسب ضرورت حاصل کرنا انھیں بھی مشکل ہوتا ہے۔ عید قرباں کا ایک موقع ہوتا ہے کہ تین دن تک غربا اور مساکین جی بھر کے مفت میں حاصل کر لیتے ہیں۔ دولت مندوں کو اس کا احساس نہیں ہوتا، انھیں بھی اپنی بالائی منزل سے نیچے اتر کر دیکھنا چاہیے کہ ضرورت مند گوشت حاصل کرنے کے لیے کس طرح پریشان نظر آتے ہیں۔ بہت سے دولت مند اور آسودہ حال حضرات اپنی فریجوں میں ڈھیر سارا گوشت بھر لیتے ہیں۔ ہم عدم جواز کی بات نہیں کرتے مگر غیرتِ انسانی کے تو بالکل خلاف ہے

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیاد گار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

زیر سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبد الحفیظ عزیزی

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 46 شمارہ 7 | جولائی 2022ء | ذی الحجہ 1443ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : مبارک حسین مصباحی

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِ تعاون

قیمت عام شمارہ: 30 روپیے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپیے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپیے

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

750 روپیے

دیگر بیرونی ممالک

$25 امریکی ڈالر £20 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com

mubarakmisbahi@gmail.com

info@aljamiatulashrafia.org

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	قربانی۔ چندرہ نما باتیں	مبارک حسین مصباحی	3
	مطالعۂ قرآن		
تفہیم قرآن	دورِ جاہلیت کی رسومات اور قرآنی تعلیمات (تیسری قسط)	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	7
	مطالعۂ حدیث		
تفہیم حدیث	کاروانِ علم کے رہبر و رہنما	راشد علی عطاری مدنی	9
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	11
	نظریات		
فکر امروز	مسئلہ صرف زینت کا نہیں جنسیت کا بھی ہے	پٹیل عبدالرحمٰن مصباحی	13
	اسلامیات		
شعائر	ام المومنین حضرت عائشہ کی رخصتی کے وقت عمر	مولانا محمد ابراہیم آسی/مفتی عبدالقیوم ہزاروی	15
	اساطین تصوف		
ذکر جمیل	حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	محمد اعظم مصباحی مبارک پوری	20
	شخصیات		
-	محقق جلیل حضرت علامہ عبدالرؤف بلیاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	احمد رضا مرادآبادی	23
	جادہ و منزل		
سفر نامہ	سفر نامۂ عرب	مولانا خالد ایوب شیرانی مصباحی	27
یادوں کے چراغ	یادِ دوست	محمد انور علی سہیل فریدی	31
	بزمِ دانش		
فکر و نظر	عالمِ عرب میں عظمتِ خواتین کی پامالی	مہتاب پیامی/بریدا احمد نعمانی	35
	ادبیات		
گوشۂ ادب	مولانا شمشاد منظری کی نعتیہ شاعری	انس مسرور انصاری	40
نقد و نظر	اربعون حدیثا فی شدۃ تحریم الربا	تبصرہ نگار: مبارک حسین مصباحی	43
خیابان حرم	نعتیں	سید مجیب الحسن نوابی/ڈاکٹر فرحت حسین	49
	وفیات		
سفر آخرت	آہ ترکی کے معروف عالم ربانی الشیخ محمود آفندی نقشبندی	سید صابر حسین شاہ بخاری قادری	50
	تعزیت نامہ بر وصال الشیخ محمود آفندی نقشبندی	مفتی بدر عالم مصباحی	50
	مکتوبات		
صداے بازگشت	ثاقب قمری مصباحی/محمد عبدالمبین نعمانی قادری/محمد ملک الظفر سہسرامی		52
	سرگرمیاں		
خیر و خبر	دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ میں یوم صدر الشریعہ/محمد زبیر کی گرفتاری افسوس ناک/بالاسور میں جلسۂ سنگ بنیاد/البرکات میں مسابقہ		55

786

قربانی-چند رہنما باتیں

مبارک حسین مصباحی

10 جولائی 2022ء کو 10 ذی الحجہ 1443 ہے۔ اس بابرکت تاریخ میں عالم اسلام میں مسلمان عید الاضحیٰ [عید قرباں] بڑے عقیدت و احترام کے ساتھ مناتے ہیں۔ یومِ عید قرباں فرحت و مسرت کا دن ہے۔ دسویں ذی الحجہ کی صبح کو مسلمان پہلے دو رکعت عید کی نماز عید گاہ یا مساجد میں ادا کرتے ہیں اور پھر شریعت کے دائرے میں دنبہ، بکرا، بھینس اور اونٹ وغیرہ کی قربانی کرتے ہیں۔ قربانی واجب ہونے کے شرائط ہیں جن سے عام طور پر قارئین واقف ہیں۔ مخصوص جانور مخصوص دن میں بہ نیت تقرب ذبح کرنا قربانی ہے۔ در اصل قربانی ہر امت اپنے نبی کے سکھائے طریقے پر کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی وضاحت فرمادی ہے۔ ارشاد قرآن عظیم ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ (الحج، آیت: 34)

ترجمہ اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیے ہوئے بے زبان چوپایوں پر۔

جہاں تک ہماری معلومات ہے، اب دنیا میں اپنے نبیوں کے حقیقی طریقوں پر کوئی باقی نہیں ہے، اسی طرح انھوں نے اپنی قربانیوں کے طور طریقے بھی بدل لیے۔

امم سابقہ میں قربانیوں کے سلسلے جاری رہے۔ قربانی در اصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، جو اس امت کے لیے بھی باقی رکھی گئی ہے۔ ہمارے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے قربانی کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝٢ (کوثر، آیت: 2) تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

عام طور پر ذہنوں میں سوال پریشان کرتا ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی کرنے کا مقصد کیا ہے۔ ذات باری تعالیٰ بے نیاز ہے، وہ سب کو عطا کرتا ہے، اسے نہ گوشت کی ضرورت ہے اور نہ خون کی۔ اگر آپ فلسفۂ قربانی پر غور کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ خالق و رازق ہے، وہ ارحم الراحمین ہے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے، اپنے بندوں کے احوال سے بخوبی واقف ہے، احوال تو ظاہری اوصاف ہوتے ہیں، وہ دلوں کی کیفیات پر بھی نگاہ رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے ظاہری اور باطنی احوال اور کیفیات کھلی کتاب کی طرح اس کے سامنے ہیں، کہ دنیا میں کتنے مسلمان پریشان رہتے ہیں۔ بعض کو تو پورے پورے سال گوشت چکھنے کو بھی نہیں ملتا اور کچھ خریدنے کی استطاعت بھی رکھتے ہیں مگر حسب ضرورت حاصل کرنا انھیں بھی مشکل ہوتا ہے۔ عید قرباں کا ایک موقع ہوتا ہے کہ تین دن تک غربا اور مساکین جی بھر کے مفت میں حاصل کر لیتے ہیں۔ دولت مندوں کو اس کا احساس نہیں ہوتا، انھیں بھی اپنی بالائی منزل سے نیچے اتر کر دیکھنا چاہیے کہ ضرورت مند گوشت حاصل کرنے کے لیے کس طرح پریشان نظر آتے ہیں۔ بہت سے دولت مند اور آسودہ حال حضرات اپنی فریجوں میں ڈھیر سارا گوشت بھر لیتے ہیں۔ ہم عدم جواز کی بات نہیں کرتے مگر غیرتِ انسانی کے تو بالکل خلاف ہے، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ عید قرباں کے موقع پر گوشت حاصل کرنا تو کسی قدر آسان ہوتا ہے، مگر اسے تیار کرنا ناداروں کے لیے مشکل ہوتا ہے، اس لیے ہم یہاں یہ عرض کریں گے کہ اہلِ خیر حضرات غریبوں کو گوشت بھی دیں اور دو ایک وقت کھانا بنوا کر انھیں کھلائیں بھی۔ یا کم از کم غریبوں میں گوشت کے ساتھ اسے بنانے کی ضروری اشیا بھی تقسیم کریں تو ہم سمجھتے ہیں شاید زیادہ بہتر ہوگا۔ روپوں کے تقسیم کرنے میں بے اعتدالیوں کے خدشے زیادہ رہتے ہیں۔ ان اشاروں کو اہلِ علم بخوبی سمجھ رہے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی کرنے کے مقاصد پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ ۚ (الحج، آیت: 37)

ترجمہ: اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمھاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔

mubarakmisbahi@gmail.com

اس آیتِ کریمہ میں پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ اسے نہ قربانی کے گوشت کی حاجت ہے اور نہ قربانی کے خون کی۔ اس کی بارگاہ میں اخلاص کا سوز و گداز اور تقویٰ شعاری کی رسائی ہوتی ہے۔

ہم سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی تعمیر جدید کا حکم دیا گیا تو آپ نے اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے خانہ کعبہ کو تعمیر فرما دیا اور جس [جنتی یاقوت] مقامِ ابراہیم پر کھڑے ہو کر آپ نے خانہ کعبہ تعمیر فرمایا، آپ کے اعجاز سے وہ پتھر خود حسب ضرورت بلند اور پست ہو جاتا تھا۔ اور تعمیر کعبہ کی تکمیل کے بعد اسی مقامِ ابراہیم پر کھڑے ہو کر آپ نے اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہوئے اجرت طلب فرمائی تھی۔ اجرت میں دولت اور ظاہری اقتدار نہیں بلکہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی نسل میں پیدا ہونے کی آرزو فرمائی۔ قرآن عظیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو ان لفظوں سے دہرایا ہے۔

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۲۹﴾ (البقرہ، آیت:129)

ترجمہ: اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

دراصل تمام انبیائے کرام اور رسولانِ عظام کا یہ معجزہ تھا کہ ان کے قدم جب پتھر پر پڑ جاتے تو نشانِ قدم چھوڑ جاتے۔ اب سوال یہ ہے کہ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا و رسل جلوہ گر ہوئے، ان کی وہ نشانیاں آج عام طور پر نہیں ملتی ہیں۔ مگر مقامِ ابراہیم رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد کی برکت سے آج تک اپنے فیوض و برکات کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ قرآن عظیم میں اس کے جائے نماز بنانے کا ذکر خیر موجود ہے۔

وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ (البقرہ، آیت:125) ترجمہ: اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

اس پتھر کی ایک اہم خصوصیت یہ رہی کہ وہ تعمیر کعبہ کے وقت حسب ضرورت گھٹتا بڑھتا رہتا تھا، طول اور عرض دونوں میں۔ سچائی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام معمار کعبہ تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ضرورت کے سامان پتھر وغیرہ آپ کو دیتے جاتے تھے، جب دیواریں کچھ بلند ہوئیں تو قدموں کے نیچے رکھنے کے لیے یہ پتھر لیا گیا، تعمیر کعبہ کی برکت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزے سے وہ مقدس پتھر بن گیا اور ضرورت کے مطابق بلند و پست ہوتا جاتا تھا۔ یہاں ایک خاص بات یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک جانب کی دیوار بلند ہو جاتی تو یہ پتھر دوسری سمت خود بخود منتقل ہو جاتا۔

آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

" إِنَّ الرُّكْنَ وَالْمَقَامَ يَاقُوتَتَانِ مِنْ يَاقُوتِ الْجَنَّةِ طَمَسَ اللهُ نورَهما وَلَو لم يطمِسْ نورَهما لأضاءا مَا بينَ المشرقِ والمغربِ. " (ترمذی، باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود، ص:107)

ترجمہ: حجر اسود اور مقامِ ابراہیم جنتی یاقوت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے نور کو چھپا دیا ہے، اگر اللہ تعالیٰ ان کے نور کو نہ چھپاتا تو یہ مشرق اور مغرب کے درمیان تمام چیزوں کو روشن کر دیتے۔

بہر کیف ہمیں عرض کرنا یہ ہے کہ قربانی پیش کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم دیا، اس کا ذکر خیر قرآن عظیم میں اس طرح ہے۔

رَبِّ هَبۡ لِىۡ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيۡمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡىَ قَالَ يٰبُنَىَّ اِنِّىۡۤ اَرٰى فِى الۡمَنَامِ اَنِّىۡۤ اَذۡبَحُكَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيۡنٰهُ اَنۡ يّٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِيۡنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۰۷﴾

(الصّٰفّٰت: آیت:100–107)

ترجمہ: الٰہی مجھے لائق اولاد دے، تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا، کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں، اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے۔ کہا، اے میرے باپ کیجیے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا

نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے، تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی، اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اس وقت کا حال نہ پوچھ، اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم بیشک تونے خواب سچ کر دکھایا، ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بیشک یہ روشن جانچ تھی، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچالیا۔

امتحان و آزمائش کا یہ ایک دردناک منظر تھا کہ جس فرزندارجمند کے لیے آپ نے بے شمار دعائیں فرمائیں، دعا قبول ہوئی، عمر درازی میں فرزند ارجمند اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ رب تعالیٰ اسے قربان کرنے کا حکم دے رہا ہے، بات اگرچہ خواب کی تھی مگر یہ اس کے ایک برگزیدہ نبی کا خواب تھا، جس میں شک وشبہے کی کوئی گنجائش نہیں، بعد میں قرآن عظیم نے بھی اس کے حق اور سچ ہونے کی شہادت عطا فرمادی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کی صداقت کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزندارجمند کو قربان ہونے کا حکم نہیں دیا، بلکہ ان سے مشورہ طلب فرمایا۔ مگر یہ بچہ بھی ہمارے نبی کریم ﷺ کی اصلِ پاک ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بر وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ایک جنتی دنبہ لے جانے کا حکم دیا، تیز چھری تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام چلا بھی رہے تھے مگر حکم الٰہی کے بعد اس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چلنے سے انکار کردیا، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود نے جلانے سے انکار کردیا اور وہ حکمِ الٰہی پاکر گلزار بن گئی، اسی طرح مرضیِ مولا پاکر چھری نے عملی طور پر کاٹنے سے انکار کردیا۔ ہاں جب حکم ہوا تو دنبہ پر بآسانہ چل گئی۔ اور اس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کھڑے کھڑے یہ نورانی منظر اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمارہے تھے۔

آپ ذرا چند لمحے ٹھہر کر غور فرمائیے کہ ارکانِ حج میں سب حضرت آدم علیہ السلام، حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارگاہِ الٰہی میں مقبول ترین معمولات ہی تو ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی شریعت میں انھیں باقی رکھا۔ حج ارکان اسلام میں چوتھا رکن ہے، اس میں جانی اور مالی دونوں عبادتیں ہیں۔ یہ ایک بندۂ مومن مستطیع پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ یہاں یہ خاص بات ذکر کرنا ضروری ہے کہ حکمِ الٰہی ہوا: "وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ" اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان فرمایا تھا۔ جن کے روحانی کانوں نے اس آواز کو سنا وہی حج کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ لبيك اللهم لبيك الخ کہتے ہوئے پوری دنیا سے مسلمان پہنچتے ہیں۔ اب آپ ارکانِ حج پر ایک نظر ڈالیں، احرام، طواف، حجر اسود کو بوسہ دینا، مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نفل پڑھنا، حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح طے شدہ مقامات پر تیز اور پر سکون انداز میں سات بار صفا اور مروی کے درمیان سعی کرنا، آبِ زمزم کا برکت حاصل کرنے کے لیے استعمال کرنا، کھڑے ہو کر نوش کرنا۔ مزدلفہ جانا، کنکریاں تلاش کرنا، منیٰ جانا، رمی جمار کرنا، قربانی کرنا، میدانِ عرفات میں دعائیں کرنا وغیرہ۔ ارکانِ حج کی ادائیگی کے قبل یا بعد بارگاہِ رسول کریم ﷺ میں حاضری کی سعادت حاصل کرنا۔

اب ہم قربانی کے حوالے سے چند حدیثیں نقل کرتے ہیں:

حدیث 1: ابو داود، ترمذی و ابن ماجہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ "یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگ اور بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدا کے نزدیک مقام قبول میں پہنچ جاتا ہے لہٰذا اس کو خوش دلی سے کرو۔"

(جامع الترمذی"، کتاب الأضاحی، باب ماجاء فی فضل الأضحیۃ، الحدیث: 1498، ج3، ص162)

حدیث 2: طبرانی حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ حضور (ﷺ) نے فرمایا: "جس نے خوشیِ دل سے طالب ثواب ہو کر قربانی کی وہ آتش جہنم سے حجاب (روک) ہوجائے گی۔" (المعجم الکبیر، الحدیث: 2736، ج3، ص84)

حدیث 3: طبرانی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ حضور (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: "جو روپیہ عید کے دن قربانی میں خرچ کیا گیا اس سے زیادہ کوئی روپیہ پیارا نہیں۔" (المعجم الکبیر، الحدیث: 10894، ج11، ص14-15)

حدیث 4: ابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: "جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔" (سنن ابن ماجۃ، کتاب الأضاحی، باب الأضاحی واجبۃ ھی أم لا، الحدیث: 3123، ج3، ص529)

حدیث 5: ابن ماجہ نے زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے عرض کی یارسول اللہ (ﷺ) یہ قربانیاں کیا ہیں فرمایا

کہ ”تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے“ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمارے لیے اس میں کیا ثواب ہے فرمایا: ”ہربال کے مقابل نیکی ہے“ عرض کی اُون کا کیا حکم ہے فرمایا: ”اُون کے ہربال کے بدلے میں نیکی ہے۔“ (المرجع السابق، باب ثواب الأضحية، الحديث:3127، ص531)

حدیث 6: صحیح بخاری میں براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب سے پہلے جو کام آج ہم کریں گے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں پھر اس کے بعد قربانی کریں گے جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت (طریقہ) کو پالیا اور جس نے پہلے ذبح کرلیا وہ گوشت ہے جو اس نے پہلے سے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کرلیا قربانی سے اسے کچھ تعلق نہیں۔“ ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور یہ پہلے ہی ذبح کر چکے تھے (اس خیال سے کہ پڑوس کے لوگ غریب تھے انھوں نے چاہا کہ ان کو گوشت مل جائے) اور عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے پاس بکری کا چھ ماہہ ایک بچہ ہے فرمایا: ”تم اسے ذبح کرلو اور تمھارے سوا کسی کے لیے چھ ماہہ بچہ کفایت نہیں کرے گا۔“ (صحيح البخاري، كتاب الأضاحي، باب سنة الأضحية، الحديث:5545، ج3، ص571)

حدیث 7: امام مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ سینگ والا مینڈھا لایا جائے جو سیاہی میں چلتا ہو اور سیاہی میں بیٹھتا ہو اور سیاہی میں نظر کرتا ہو یعنی اس کے پاؤں سیاہ ہوں اور پیٹ سیاہ ہو اور آنکھیں سیاہ ہوں وہ قربانی کے لیے حاضر کیا گیا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: عائشہ چھری لاؤ، پھر فرمایا اسے پتھر پر تیز کرلو پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے چھری لی اور مینڈھے کو لٹایا اور اوسے ذبح کیا پھر فرمایا:

بِسْمِ اللہِ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ. وَاٰلِ مُحَمَّدٍ. وَمِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ.

(صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیۃ...إلخ، الحدیث:19-(1967) ص1087)

الٰہی تو اس کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اور اون کی آل اور امت کی طرف سے قبول فرما۔

حدیث 8: امام احمد و ابوداود و ابن ماجہ و دارمی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذبح کے دن دو مینڈھے سینگ والے چت کبرے خصی کیے ہوئے ذبح کیے جب اون کا مونھ قبلہ کو کیا یہ پڑھا:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّاُمَّتِہٖ بِسْمِ اللہِ وَاللہُ اَکْبَرُ.

(میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ملت ابراہیمی پر ایک اسی کا ہوکر، اور میں مشرکوں میں نہیں۔ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ (عزوجل) کے لئے ہے جو رب (ہے) سارے جہان کا، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں مسلمانوں میں ہوں، الٰہی یہ تیری توفیق سے ہے اور تیرے لیے ہی ہے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور آپ کی امت کی طرف سے، بسم اللہ واللہ اکبر)

اس کو پڑھ کر ذبح فرمایا۔ (سنن أبي داود، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا، الحدیث:2795، ج3، ص126)

حدیث 9: ترمذی میں حنش سے مروی وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ دو مینڈھے کی قربانی کرتے ہیں میں نے کہا یہ کیا اونھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف سے قربانی کروں لہٰذا میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ (جامع الترمذی، کتاب الأضاحی، باب ماجاء فی الأضحیۃ...إلخ، الحدیث:1500، ج3، ص163)

حدیث 10: مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس نے ذی الحجہ کا چاند دیکھ لیا اور اس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے تو جب تک قربانی نہ کرلے بال اور ناخنوں سے نہ لے یعنی نہ ترشوائے۔

(جامع الترمذی، کتاب الأضاحی، باب ترک أخذ الشعر لمن أراد أن یضحّی، الحدیث:1528، ج3، ص177)

حدیث 11: امام احمد نے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل قربانی وہ ہے جو باعتبار قیمت اعلیٰ ہو اور خوب فربہ ہو۔

(المسند، للإمام أحمد بن حنبل، حدیث جد أبي الأشد، الحدیث:15494، ج5، ص279)

یہ چند باتیں ہم نے سپردِ قلم کی ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسرت و شادمانی کے ساتھ عید قرباں کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اپنی قربانیوں سے غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کو زیادہ سے زیادہ گوشت کھلانے کے لیے دلوں کو مائل فرمائے۔ آمین۔ ** ☆

تفہیم قرآن

تیسری قسط

دور جاہلیت کی رسومات اور قرآنی تعلیمات

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

قرآن کریم نے کفار و مشرکین کی وضع کردہ غلط رسموں کی نشان دہی کے بعد محرمات کی تفصیل بیان کی اور فرمایا:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ [سورۂ انعام:145]

اے نبی! کہہ دو کہ میری جانب جو وحی کی جاتی ہے اس میں کھانے والے کے کھانے کے لیے کوئی بھی حرام چیز نہیں پاتا، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کیوں کہ وہ ناپاک ہے، یا پھر وہ جانور کہ جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، جو (حرام کھانے پر) مجبور ہو جائے، اور حال یہ ہو کہ اسے نہ کھانے کی خواہش ہو اور نہ حد سے تجاوز کرے تو (اس کے لیے مباح ہے)، بے شک تمھارا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

یعنی بحالت مجبوری جان بچانے کے لیے بقدر ضرورت حرام اور مردار کھانے کی اجازت ہے، اس کے علاوہ کسی کے لیے حرام چیزیں حلال نہیں، بنیادی طور پر حرام چیزیں چار ہیں: مردار، بہتا خون، خنزیر کا گوشت، بتوں کے نام پر ذبح ہونے والے جانور۔

مذکورہ بالا آیات بینات سے واضح ہو گیا کہ مذہب اسلام میں جاہلانہ رسم و رواج کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کسی کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اپنے مال، مویشی، کھیت اور باغات کا کچھ حصہ بتوں کے لیے مختص کر دے، اور اسے بت پرستوں اور پجاریوں پر صرف کرے۔ اسی طرح کسی کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اپنے جانوروں کو بتوں کے لیے آزاد چھوڑ دے، یا انھیں آزاد چھوڑنے کی نذر مانے، اور اس پر سواری، باب برداری کو حرام جانے اور اس کے گوشت، پوست، دودھ اور اون کے استعمال کو ممنوع قرار دے۔ اسی طرح کسی کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ کسی بھی زندہ جانور کو مردوں کے لیے حلال اور عورتوں کے لیے حرام قرار دے، یا کسی ایک مخصوص طبقے کے لیے مباح سمجھے اور دوسروں کے حق میں ممنوع سمجھے۔ یہ سب جاہلیت کی رسمیں ہیں، جو بتوں کی محبت اور نجی مفادات کے پیش نظر وجود میں آئیں، انھیں اندھی تقلید نے پروان چڑھایا، اور قبائلی عصبیت نے فروغ دیا، ورنہ ان رسموں کا دین اسلام اور شریعت حقہ سے دور کا بھی تعلق نہیں، قرآن کریم نے حلال و حرام اور طیب و خبیث کی تفصیل بیان کر دی ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حلال کو حلال جانیں اور حرام کو حرام، مزید یہ کہ حرام اور خبیث چیزوں سے کلی اجتناب کریں، اور حلال و طیب سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔

حرمت والے مہینوں میں تبدیلی:

زمانۂ قدیم میں بہت سے غلط رسمیں قائم تھیں، بطور خاص حرمت والے مہینوں کے سلسلے میں بڑی بے اعتدالی اور بدنظمی دیکھنے میں آتی تھی، لوگ اپنے ذاتی مفادات کی خاطر حرمت والے مہینوں میں رد و بدل کیا کرتے تھے، بڑی دلیری اور بے باکی کے ساتھ اللہ کے مقدس قانون میں ترمیم کرتے تھے، بے خوف و خطر حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پامال کرتے اور پروردگار عالم کے غیظ و غضب کو چیلنج کیا کرتے تھے، قرآن کریم نے ایسی تمام غیر شرعی رسومات پر نکیر فرمائی، اور انھیں صحیح حکم شرع سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۶﴾ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۷﴾ [التوبۃ 36-37]

اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب میں آسمان و زمین کی تخلیق کے دن ہی سے مہینوں کی تعداد بارہ ہے، جن میں چار مہینے حرمت والے ہیں، یہی سیدھا دین ہے، ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو، اور تم سب

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

مشرکوں سے جنگ کرو جس طرح وہ تم سب سے کرتے ہیں، اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ مہینہ مؤخر کرنا مزید کفر کرنا ہے، اس کے ذریعے کافروں کو گمراہ کیا جاتا ہے، وہ کسی بھی حرمت والے مہینے کو ایک سال حلال قرار دیتے ہیں اور دوسرے سال اسے حرام ٹھہرا لیتے ہیں، تاکہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری کرلیں، پھر اللہ نے جسے حرام کیا اسے حلال کرلیں، ان کے برے کام ان کے لیے خوش نما بنا دیے گئے ہیں، اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

بخاری شریف میں حضرت ابوبکرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: السنة اثنا عشر شهرا، منها أربعة حرم، ثلاث متواليات: ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب مضر الذي بين جمادى وشعبان.

(بخاری شریف، کتاب التفسیر، ج:2، ص:673)

یعنی اسلامی سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، جن میں چار مہینے حرمت والے ہیں، ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب، جو جمادی الآخرہ اور شعبان کے درمیان ہوتا ہے۔

ان آیات واحادیث کے مطابق اسلامی سال بارہ مہینوں سے مل کر بنتا ہے، جن میں چار مہینے بڑے محترم ہوتے ہیں، ان حرمت والے مہینوں میں کسی بھی طرح کی ظلم وزیادتی، قتل وغارت گری اور جنگ وجدال کی اجازت نہیں ہوتی، یہ حکم سابقہ شریعتوں میں بھی تھا، اور پوری دنیا میں نافذ تھا، بطور خاص عرب میں اس حکم پر عمل درآمد ضروری تھا، کیوں کہ اس حکم کا ایک بنیادی مقصد دنیا بھر سے حج وعمرہ کے لیے آنے والے زائرین کے راستوں کو پرامن بنانا اور ان کی سلامتی کو یقینی بنانا تھا، اسی لیے اہل عرب کے لیے خصوصی طور پر ان مہینوں کی حرمت کا پاس ولحاظ ضروری تھا، لیکن قدیم عربوں نے اس معاملے میں من مانی شروع کردی، اور اپنے ذاتی مفادات کے لیے اشہر حرم اور ایام حج دونوں کو مؤخر کردیا، اور حرمت والے مہینوں کا تقدس پامال کردیا۔

عرب فطری طور پر جنگ جو اور بہادر ہوا کرتے تھے، معمولی سی بات پر ہتھیار اٹھا لیتے، اور عرصہ دراز تک برسرپیکار رہتے، ایسی جنگ جو قوم کے لیے مسلسل تین ماہ (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم) ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہنا انتہائی مشکل ترین عمل تھا، اسی لیے یہ لوگ ماہ ذی الحجہ میں حج سے فراغت کے بعد ماہ محرم کو اپنی مرضی سے حلال کر لیتے، اور اس میں جی بھر کر قتل وغارت گری کرتے، اور محرم کے بدلے سال کے کسی دوسرے مہینہ کو حرام کرلیتے، اس طرح حرمت والے مہینوں کی تعداد تو پوری کرلیتے، لیکن اللہ نے جسے حلال بنایا اسے اپنی مرضی سے حرام کرلیتے، اور جسے حرام بنایا اس کی حرمت پامال کردیتے تھے، جو یقیناً ان کی سرکشی کا نتیجہ ہوا کرتا تھا۔

اس کے علاوہ عربوں کا ایک اور جرم تھا، وہ یہ کہ ایام حج میں ترمیم کیا کرتے تھے، کیوں کہ وہ محسوس کرتے تھے کہ حج صرف عبادت ہی نہیں، بلکہ ایک بہت بڑا تجارتی میلہ ہے، جس میں دور دراز علاقوں سے آنے والے تجارتی قافلوں سے بڑا فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے، لیکن بسا اوقات حج کی تاریخ ان کے لیے آزمائش کھڑی کردیتی ہے، کیوں کہ حج قمری تاریخ کے حساب سے ادا کیا جاتا ہے، اور کبھی حج کا مہینہ ایسے موسم میں آجاتا ہے جس میں سخت سردی یا گرمی کے باعث کاروبار متاثر ہوجاتا ہے، اور انہیں خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا، تو انھوں نے اس مسئلے کے دائمی حل کے لیے قمری سال کو شمسی سال کے مطابق کردیا، تاکہ ہر سال حج کے وقت موسم معتدل اور خوش گوار رہے، اور دور دراز سے آنے والے حجاج کرام اور تجارتی قافلوں سے خوب فائدہ اٹھایا جاسکے۔

قرآن نے ان تبدیلیوں کو زِيَادَةٌ فِي ٱلْكُفْرِ سے تعبیر کیا، اپنی سہولت وضرورت کے پیش نظر ایام حج اور اشہر حرم میں ترمیم کو گمراہی اور بے دینی قرار دیا، اور ایسے تمام رسومات سے تائب ہوکر حج بیت اللہ کو اس کے مقررہ وقت میں ادا کرنے کی تلقین فرمائی۔

حالت احرام میں پچھلے دروازے سے داخلہ:

دور جاہلیت کی ایک قدیم رسم یہ تھی کہ لوگ حج یا عمرے کا احرام پہننے کے بعد سامنے کے دروازے سے گھر میں داخل ہونے کو انتہائی معیوب سمجھتے تھے، اور اگر حالت احرام میں گھر میں داخلے کی ضرورت پیش آجائے تو سامنے کے دروازے سے داخل نہیں ہوتے، بلکہ گھر کے پچھلے حصے میں سوراخ بناکر اسی سے داخل ہوتے تھے، اور اسے اپنے لیے بہت بڑی سعادت سمجھتے تھے، قرآن کریم نے اسے غیر دانش مندانہ رسم قرار دیا، اور فرمایا:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٨٩﴾ [البقرة 189]

اے نبی! یہ آپ سے چاند کے متعلق پوچھتے ہیں، کہ دو کہ یہ لوگوں کے لیے وقت دریافت کرنے اور حج کی تاریخ معلوم کرنے کا ذریعہ ہیں، مزید انھیں یہ بھی بتادو کہ گھروں میں پیچھے سے داخل ہونا کوئی نیکی نہیں، نیکی تو یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے، تو گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ، اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔ (جاری)

تفہیمِ حدیث

کاروانِ علم کے رہبر و رہنما

راشد علی عطاری مدنی

پیارے آقا، محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ ، وَلٰكِنْ يَّقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ ، حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمٌ اِتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا ، فَسُئِلُوا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ ، فَضَلُّوا وَاَضَلُّوا "

یعنی اللہ پاک علم کو بندوں (کے سینوں) سے کھینچ کر نہ اٹھائے گا بلکہ علما کی وفات سے علم اٹھائے گا، حتّٰی کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے، جن سے مسائل پوچھے جائیں گے وہ بغیر علم فتویٰ دیں گے، تو وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور (دوسروں کو بھی) گمراہ کریں گے۔(بخاری، 54/1حدیث:100)

شرحِ حدیث:

اس حدیثِ پاک سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب دنیا سے علم اُٹھالیا جائے گا اور اس کا اُٹھایا جانا ایسے نہ ہوگا کہ علم کو بھلا دیا جائے گا یا سینوں سے کھینچ لیا جائے گا بلکہ علم کا اُٹھایا جانا علمائے کرام کے دنیا سے انتقال کرجانے سے ہوگا۔ شارحِ بخاری حضرت علامہ ابوالحسن علی بن خلف المشہور ابنِ بطّال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ کریم کی یہ شان نہیں ہے کہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر علم کا فضل و کرم فرمائے اور پھر اس سے وہ علم واپس لے لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان اس بات سے پاک ہے کہ جو علم اللہ کریم کی معرفت کروائے اور ذاتِ الٰہی و رُسُل پر ایمان لانے کا سبب بنے وہی علم کسی کو عطا فرما کر واپس لے لے، بلکہ علم کا یہ اُٹھایا جانا یوں ہوگا کہ لوگ علم حاصل کرنے کی بجائے وقت ضائع کریں گے، زندہ رہنے والوں میں ایسے افراد نہ ملیں گے جو وفات یافتہ اہلِ علم کے جانشین بن سکیں۔(شرح البخاری لابن بطال، 177/1)

امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت علّامہ مولانا وصی احمد محدّثِ سُورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے تذکرے پر فرمایا:

"قیامت قریب ہے، اچھے لوگ اُٹھتے جاتے ہیں، جو جاتا ہے اپنا نائب نہیں چھوڑتا، امام بخاری نے انتقال فرمایا تو نوّے ہزار شاگرد محدّث چھوڑے، سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال فرمایا اور ایک ہزار مجتہدین اپنے شاگرد چھوڑے، محدّث ہونا علم کا پہلا زینہ ہے اور مجتہد ہونا آخری منزل! اور اب ہزار مرتے ہیں اور ایک بھی (نائب) نہیں چھوڑتے۔"(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص238)

حضرت سیّدنا بدرُالدّین عینی شارحِ بخاری (وفات: 855ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیثِ پاک کے حصہ...

" اِتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا ۔ الخ "

کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لوگ جاہلوں کو اپنا راہنما بنالیں گے جو اللہ کے دین میں اپنی رائے سے فیصلے کریں گے اور اپنی جہالت کے مطابق فتوے دیں گے۔ یہ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مِصداق ہم نے اپنے زمانے میں پایا ہے، شیخ قطبُ الدّین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: قاضی عیاض اپنے زمانے میں علما کی کثرت کے باوجود ایسا فرمارہے ہیں تو ہمارے زمانے کا کیا حال ہوگا؟ علّامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب شیخ قطبُ الدین کہ جن کے وقت میں فُقَہا اور علما کی ایک بڑی تعداد مذاہبِ اَربَعہ کی جاننے والی اور محدّثین کی کثیر تعداد تھی ان کا یہ کہنا ہے تو ہمارے وقت کا کیا حال ہوگا؟(عمدۃ القاری، 116/2، تحت الحدیث:80)

پیارے اسلامی بھائیو! جب آج سے 800 سال پہلے یہ حالت تھی تو اب ہمارے دور میں کیا کیفیت ہوگی؟ الامان والحفیظ، یہ وہ دور ہے کہ بہت احتیاط اور حاضر دماغی کے ساتھ اپنے ایمان و عمل کی حفاظت کرنی ہوگی۔

علما کی وفات ناقابلِ تلافی نقصان:

علمائے کرام کا وفات پاجانا ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے 6 روایات ملاحظہ کیجئے:

(1)امیرُ المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کریم کے مقرر کردہ حلال اور حرام کی سمجھ رکھنے والے ایک عالم کی موت کے آگے ہزار عبادت گزاروں کی موت بھی کم ہے جو دن کو روزہ رکھنے والے اور رات کو قیام کرنے والے ہوں۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، ص42، رقم:115)

(2)شیرِ خدا حضرت سیّدنا علیُّ المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے: جب عالم وفات پاتا ہے تو 77 ہزار مقربین فرشتے رخصت کرنے کے لیے اس کے ساتھ جاتے ہیں اور عالم کی موت اسلام میں ایسا رَخنہ ہے جسے قیامت تک بند نہیں کیا جاسکتا۔

(الفقیہ والمتفقہ، 198/2، رقم:856)

(3)حضرت سیّدنا عبدُ اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیرُ المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ آج علم کے دس میں سے نو حصے چلے گئے۔

(مُعجم کبیر، 163/9، رقم:8809)

(4)حضرت سیّدنا سعید بن جُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ علما کا دنیا سے جانا لوگوں کی ہلاکت کی علامت ہے۔

(سنن دارمی، 90/1، حدیث:241)

(5)حضرت سیّدنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: عالم کی موت دینِ اسلام میں ایک ایسا شگاف ہے کہ جب تک رات اور دن بدلتے رہیں گے کوئی چیز اس شِگاف کو نہیں بھر سکتی۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، ص213، رقم:654)

(6)حضرت سیّدنا سفیان بن عُیَینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ لاعلموں کے لیے بھلا اہلِ علم کی وفات سے زیادہ سخت مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے۔(شرح السنۃ للبغوی، 249/1)

علمائے کرام کی مثال:

حضرت سیّدنا امام ابوبکر آجُرّی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے اس راستے کے بارے میں جس میں بہت مشکلات و آفات ہوں اور سخت اندھیری رات میں لوگ اس پر چلنے کے محتاج بھی ہوں، اگر اس راہ میں کوئی روشنی نہیں ہوتی تو لوگ پریشان ہی رہیں گے، تو اللہ نے ان کے لیے اس راہ میں ایسے چراغ لگادیے جن سے انہیں روشنی ملی اور لوگ سلامتی وعافیت کے ساتھ اس راہ پر چل پڑے، پھر ان کے بعد کے لوگ آئے، انہیں بھی اسی راہ پر چلنے کی ضرورت ہوئی تو اچانک چراغ بُجھ گئے، اور وہ اندھیرے میں ہی رہ گئے۔ علما کی عام لوگوں میں یہی شان ہے، لوگوں کی اکثریت یہ نہیں جانتی کہ فرائض کیسے ادا کرنے ہیں؟ حرام کاموں سے کیسے بچنا ہے؟ اللہ کریم کی عبادت کیسے کرنی ہے؟ ان سب باتوں کا علم علمائے کرام کے وجود سے ہی ہے، تو جب علما نہ رہیں گے تو لوگ حیران و پریشان رہ جائیں گے اور ان کے وصال سے علم ختم ہو جائے گا اور جہالت عام ہو جائے گی۔(اخلاق العلماء للآجری، ص30)

پیارے اسلامی بھائیو! علما کا وصال فرما جانا ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے، اس لیے اَشد ضرورت ہے کہ ہم علمائے کرام کی قدر و توقیر اور علمِ دین کے حصول کی جانب متوجہ ہوں، اپنے بچوں کو حافظِ قران اور عالمِ دین بنائیں۔

علما ہی کے دَم سے علم کا وجود ہے جب اللہ پاک اس دنیا سے علما کو اُٹھالے گا تو ان کی جگہ جاہل بیٹھ جائیں گے اور دین کے حوالے سے ایسی باتیں کریں گے کہ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ انٹرنیٹ پر اپنی مرضی کی دینی تشریحات اور عقائدِ اہلِ سنّت کے مخالفین کی موجودگی ہمارے دور میں عام ہے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنے علاقے اور شہر کے عاشقانِ رسول علمائے کرام کا دامن تھام لے اور ہر طرح کے معاملے میں صرف مفتیانِ اہلِ سنّت سے شرعی راہنمائی لے۔

نیز نوجوان علما کی زیادہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی حفاظت، نئی نسل کی اخلاقی و علمی تربیت کے لئے تقریر و بیان، تدریس اور تحریر جیسے اہم ترین محَاذوں پر اپنے اکابِر کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔

[مندرجہ بالا مضمون عہدِ حاضر میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ پہلے تو قومِ مسلم اپنی اولاد کو مدارس میں بھیجتی نہیں، چند لوگ جو یہ سعادت حاصل کرتے ہیں، ان کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ذہین بچوں کو اسکولوں اور کالجز میں بھیجتے ہیں اور عام طور پر کمزور ذہن والوں کو مدارس میں ڈال دیتے ہیں، اس کی بڑی وجہ اماموں اور مدرسین کی کم تنخواہیں ہیں، اگر ان کی اجرتیں معتدبہ ہوں تو زیادہ طلبہ علمِ دین حاصل کریں۔ از: مبارک حسین مصباحی] ***

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنا کیسا ہے؟

حضرت! کیا نماز جنازہ کے بعد دعا مانگ سکتے ہیں؟ ہمارے یہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ناجائز و حرام ہے، اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔ برائے مہربانی آپ جواب ارسال فرمادیں کرم ہوگا۔

الجواب: کتاب و سنت میں دعا کا علم مطلقاً دیا گیا ہے، مثلاً ارشاد باری ہے: اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً.

ترجمہ: اپنے رب سے دعا کرو گریہ وزاری کے ساتھ اور خفیہ۔

یہاں دعا کے لیے کوئی وقت نہیں مقرر کیا گیا ہے کہ فلاں وقت میں ہو فلاں وقت میں نہ ہو۔ اس لیے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کو حرام و گناہ کہنا شریعت پر زیادتی ہے، یہ جاہلانہ فتویٰ ہے جو بہت ہی بے جا ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ جو کچھ سنت سے منقول ہے اسی پر اکتفا کریں تاکہ جاہل حدود شرع سے آگے نہ بڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قسم کا ایک مسئلہ

ایک آدمی نے اپنے والد سے جھگڑا کرتے وقت قسم کھالی کہ اگر میں ساڑی گرہست کے یہاں لے گیا اور اگر میں اب گھر میں آیا تو میں کافر، اس کے بعد وہ گھر سے چلا گیا۔ اب گھر واپس آنا چاہتا ہے تو اس کے لیے کیا حکم شرعی ہے؟

سوال مبارک پور کا ہے، لڑکا گرہست کے یہاں ساڑی لے کر جاتا تھا اور وہاں سے مزدوری لاتا تھا، باپ نے اس پر پیسے میں غبن کرنے کا الزام لگایا اس پر دونوں کے درمیان لڑائی ہوئی اور بیٹے نے قسم کھا کر کہا کہ اب میں گھر میں رہوں گا نہ ساڑی لے کر جاؤں گا اگر گیا تو میں کافر۔

الجواب: بظاہر یہ کلمہ بہت سخت ہے کہ کفر پر رضامندی ہے، اور کفر پر رضامندی بھی کفر ہے۔ اس لیے جو بات نقل کی گئی ہے وہ بظاہر بہت ہی قبیح اور مذموم ہے۔

مگر یہاں ایک ظاہر یہ بھی ہے کہ لڑکے نے اپنی بات پر مضبوطی سے قائم رہنے کے لیے یہ قسم کھائی ہے۔ مقصود کفر پر رضا نہیں ہے بلکہ مقصود اپنی بات پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنا ہے تاکہ کفر کی حد میں داخل ہونے سے محفوظ رہے۔ اس ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ لڑکے پر حکم کفر نہیں کہ اس کا یہ قول کفر پر رضا نہیں ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الاسلام یعلوا و لا یعلی۔ رواہ البخاری۔

اس لیے ہم قائل پر حکم کفر نہیں دیتے، تاہم احتیاط اس میں ہے کہ وہ اس قبیح بات سے توبہ کر کے ساتھ ہی کلمۂ شہادت پڑھ کر تجدید ایمان و اسلام بھی کر لے۔ اور آئندہ ہرگز ہرگز ایسی کوئی بات زبان پر نہ لائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حیض و نفاس والی عورت پر اذان کے جواب کا حکم کیوں نہیں؟

حائضہ عورت حیض کی حالت میں ذکر و اذکار کر سکتی ہے لیکن اذان کا جواب کیوں نہیں دے سکتی ہے؟ جیسا کہ بہار شریعت میں در مختار کے حوالے سے موجود ہے کہ جنبی اذان کا جواب دے اور حیض و نفاس والی عورت پر جواب نہیں۔

الجواب: حیض اور نفاس والی عورت کے بدن سے نجاست نکلتی رہتی ہے، یا کم از کم ہر گھڑی نکلنے کا امکان رہتا ہے۔ اس لیے اس پر اذان کا جواب نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو جماع میں مشغول ہو، یا پیشاب پاخانہ کے لیے بیٹھا ہو اس پر بھی اذان کا جواب نہیں۔ اور یہ بات جنبی میں نہیں ہے کیوں کہ اسے فارغ ہونے کے بعد صاف ستھرا ہو جانے کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شیئر بازار میں پیسہ لگانے کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ زیریں کے متعلق: کہ شہروں میں شیئر بازار کا خوب چلن ہو چکا ہے اور پہلے کی بہ نسبت بازار میں تبدیلی بھی آئی ہے مثلاً اس وقت شیئر خریدنے کے لیے کہیں جانے کی ضرورت نہیں خود اپنے موبائل پر تھوڑی دیر میں خرید و فروخت کر سکتے ہیں جب کہ پہلے اس طرح کی آسانیاں میسر نہیں تھیں۔

مطلوبہ مسئلے کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ کوئی شخص شیئر خریدنا چاہتا ہے تو اپنے موبائل میں صبح دس بجے قیمت دیکھ کر خرید لیتا ہے اور شام کو تین بجے قیمت دیکھتا ہے اگر بڑھی ہوتی ہے تو اپنا شیئر کمپنی کو واپس کر کے اضافی رقم کے ساتھ اپنا پیسہ نکال لیتا ہے اور اگر قیمت گھٹی ہو تو بڑھنے کا انتظار کرتا ہے، اگرچہ

ہفتہ عشرہ گزر جائے لیکن مال کی ہلاکت کا خطرہ لاحق رہتا ہے، کیوں کہ بعض اوقات گھٹتا ہے تو مہینوں گھٹتا رہتا ہے۔

بعض افراد کہتے ہیں کہ کمپنی کا شیئر خریدنے کا مطلب ہے کمپنی میں اتنی حصہ داری۔ اور حصہ داری والی تجارت میں کبھی نفع وضرر کا معاملہ رہتا ہے جب کہ تجارت کی حلت میں کوئی شبہ نہیں اس لیے شیئر بازار میں بھی پیسہ لگانا جائز ہونا چاہیے۔ ایسی صورت میں شیئر بازار میں پیسہ لگانا کیسا ہے؟ بینوا بالکتاب و توجروا یوم الحساب

الجواب: شیئر کمپنی تین طرح کے مالیات کے پہیوں پر گردش کرتی ہے: (1) ایکویٹی شیئر (2) پریفرنس شیئر (3) قرض تمسکات

آخر کے دونوں معاملات کی حیثیت قرض مع سود کی ہے اور یہ دونوں ایکویٹی شیئر کے لیے لازم ہیں، ہاں آغاز کار میں ایک مختصر مدت تک صرف ایکویٹی شیئر کا کاروبار ہوتا ہے جو جائز ہے۔ اور جب سود مع قرض سے وہ آلودہ ہوجاتا ہے تو حرام ہوجاتا ہے، تو حرمت وعدم جواز کی وجہ سود سے آلودگی یا سودی شرط کی منظوری ہے، وہ نہیں جو قائل نے سمجھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

گدّے اور صوفے پاک کرنے کا طریقہ

محترم المقام لائق صدر احترام عالی جنا مفتی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر گدّا اور صوفہ میں پیشاب لگ جائے تو کیا حکم ہے، نیز اس کو پاک کرنے کا طریقہ بھی بیان کردیں، اگر دھونے سے خراب ہوجائے تو پھر کیا حکم ہے، برائے مہربانی جواب عنایت فرمادیں۔

الجواب الملفوظ: صوفے کچھ ایسے ہوتے ہیں جن میں چمڑے کا فرش ہوتا ہے، اب ان میں عام طور پر ریگزین ہوتا ہے اور کپڑے کا بھی ہوتا ہے، لیکن کپڑے والا کم ہوتا ہے۔ کپڑے کا ہے تب تو اس میں جو بھی نجاست لگی ہو اس میں اثر کرے گی اور اسے پاک کرنا پڑے گا اور اس کو پاک کرنے کے جو طریقے ہیں آج کل لوگوں کے لیے مشکل ہیں، اس پر عمل نہیں کر سکتے تو آسانی یہ ہے کہ اس کو سُکھادیں اور معروف طریقے پر مل کر صاف کر لیں، پھر اس پر موٹی چادر ڈال دیں، یا چمڑے کا فرش اس پر بچھادیں تاکہ آئندہ اس پر کوئی نجاست پیشاب وغیرہ گرے تو اس کو پاک کرنے اور نچوڑنے کی دشواری نہ ہوا، صرف چمڑے کے فرش کو کنارے لے جاکر دھودیں اور سُکھادیں پھر بچھادیں۔

اگر چمڑا ہے یا ریگزین ہے اور اس میں نقش ونگار نہیں بنے ہیں، سادہ ہے تو اس کی طہارت کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس کو اچھی طرح سے کسی کپڑے سے مل کر صاف کردیں، جھاڑ دیا، صاف کردیا جائے تو اس سے بھی وہ پاک ہوجائے گا۔

اگر کپڑا ہے تو اس کو پاک کرنا ہی ضروری ہے۔ دَل دار نجاست ہے تو اسے پھینک دیا جائے، جب سُوکھ جائے تو جھاڑ دیا جائے اور اگر رقیق نجاست ہے، جیسے شراب یا پیشاب تو اس صورت میں جب سوکھ جائے، اس کے اوپر موٹا کپڑا ڈال دیں، بہتر یہ ہے کہ تمام صورتوں میں اس کے اوپر چمڑے یا ریگزین کی چادر بچھادیا کریں تاکہ کبھی بچے وغیرہ پیشاب بھی کردیا کریں تو صرف اسے ہی پاک کرنے کی ضرورت ہو کہ اسے باہر لے جاکر بہادیں۔ جب سوکھ جائے تو پھر اسے واپس لاکر بچھادیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

انقطاعِ صف کا مسئلہ

محترم المقام لائق صد احترام عالی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...... حضور آپ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوں ہماری مسجد میں دو صفوں کے درمیان ایک چھوٹا سا ستون ہے (اس ستون کی گولائی چاروں طرف سے ہاتھ کا ایک بالشت ہے مثل ایک موٹا باس) کیا اس سے صف منقطع ہوجاتی ہیں جواب عنایت فرمادے، بہت مہربانی ہوگی اس لیے کہ مسجد میں ماحول منتشر ہوگیا۔

الجواب الملفوظ: ایک بانس کی گولائی بھی فاصلہ پیدا کرتی ہے اور اس کی وجہ سے صف اتنی حد تک قطع ہو جائے گی، ارشادِ رسالت "أقيموا صفوفكم وتراصّوا" مطلب یہ ہے کہ دونوں آدمی ایک دوسرے سے جُڑے رہیں، کندھا کندھے سے سٹا رہے "تراصّوا" کا لفظ آیا ہے کہ جڑ کر کھڑے رہو۔ صف کے لیے ضروری ہے "تراص" جُڑ کر کھڑے ہونا، سٹ کر کھڑے ہونا، وہ تو صورتِ مسئولہ میں نہیں پایا جائے گا تو اس حد تک صف میں انقطاع ہوگا، اس لیے وہ ہٹا دیا جائے، حکم یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صف میں تین باتیں واجب ہیں: تسویہ، اِتمام، تراص۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"سوم: تراصّ یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: صفا كانهم بنيان مرصوص. ایسی صف کہ گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی۔ رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ، فرجہ نہیں رہتا، ایسی صف باندھنے والوں کو مولی سبحانہ وتعالیٰ دوست رکھتا ہے، اس کے حکم کی حدیثیں اوپر گزریں، اور فرماتے ہیں ﷺ:

اقيموا صفوفكم وتراصّوا فاني اراكم من وراء ظهري۔ رواه البخاري والنسائي عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اپنی صفیں سیدھی اور خوب گھنی کرو کہ میں تمھیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ/جلد پنجم، ص:531 کتاب الصلاۃ/باب الجماعت، امام احمد رضا اکیڈمی، ممبئی)☆

فکر امروز

مسئلہ صرف زینت کا نہیں جنسیت کا بھی ہے

پٹیل عبدالرحمٰن مصباحی

صاحبو! یہ جو مرد کی داڑھی ہے نا! یہ صرف ایک دینی نہیں، جنسی اور فیزیولوجیکل مسئلہ بھی ہے۔ یہ چہرے پر نمودار ہو کر وقار اور برگزیدگی میں اضافہ تو کرتی ہی ہے، ساتھ میں جنسی امتیاز کو اجاگر کرتے ہوئے یہ اعلان بھی کرتی ہے کہ جس کے چہرے کو میں نے زینت بخشی ہے، اس کے جملہ جنسی حقوق بحقِ صنفِ نازک محفوظ ہیں۔ گویا یہ داڑھی ایک طرح کا نوٹس بورڈ ہے جس پر جلی حروف میں لکھا ہے "خبردار! یہ مخلوق انفعال نہیں، فعل کا تقاضا کرتی ہے۔ اس کی طبیعت میں اثر انگیزی ہے، اثر پذیری نہیں۔" بالفاظ دیگر یہ ایک قسم کا سائن بورڈ ہے، جسے دیکھ کر مردوں کو اپنا جنسی نصب العین تلاشنے میں آسانی ہوتی ہے، جس میں لٹکتا ہر بال؛ ایک تیر کا نشان ہے جو جنسی بے راہ روی سے بچانے میں معاون ہوتا ہے۔

جب سے مغربیت نے مرد کو داڑھی کی انمول نعمت سے محروم کیا ہے تب سے عورت فطری کشش کی قلت کے زعم میں مبتلا ہو گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ مرد کے اِس غاصبانہ عمل کے مقابلے میں اپنے جنسی حقوق کی بقا کے لیے عورت نے غازہ اور میک اپ کا سہارا لینا شروع کر دیا ہے۔ آپ سمجھتے ہوں گے کہ یہ عورتیں شوقیہ پاؤڈر کی دکان بنی پھرتی ہیں، حالاں کہ حقیقت میں وہ چہرے پر سفیدی پوت کر اپنی مظلومیت کا اعلان کر رہی ہوتی ہیں اور زبان حال سے کہتی ہیں "اِن مردوں کو کوئی سمجھاؤ! اب تک تو یہ ہماری صنفی پہچان کو چھیڑے بغیر ہم پر ظلم ڈھاتے تھے مگر اب تو انہوں نے داڑھیاں منڈا کر ہماری صنفی شناخت مٹانے کی ٹھان لی ہے۔ جس معاشرے میں عورت کو اس کے پرائیویٹ جنسی حق سے بھی محروم کر دیا جائے وہ بہت جلد ہم جنس پرستی کا شکار ہو کر بانجھ ہو جاتا ہے۔"

اس اعتبار سے ہم پکے فیمنسٹ واقع ہوئے ہیں کہ ہم کسی "مرد ما قبل الف" کو وہ حق نہیں دے سکتے جو قدرت نے خالصۃً عورت کے لیے رکھا ہے۔ کیا مرد کو اپنی طرف مائل کرنے کی کشش، قدرت کی طرف سے عورت کو ملا ہوا منفرد عطیہ نہیں؟ اپنی پر کشش شکل و صورت اور پر تکلف نقش و نگار سے مرد کی جنسی بے راہ روی کو لگام دینا، یہی عورت کا وہ وصف ہے جس میں دنیا کی کوئی دوسری مخلوق اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ لہٰذا اگر ہم میں کا کوئی مرد داڑھی منڈا کر عورت کے امتیازی حق کو پامال کرنے کی کوشش کرے تو نسوانی حقوق پر ایسا ڈاکہ؛ یقیناً ناقابل برداشت مانا جائے گا۔ سچائی یہ ہے کہ خوبصورتی میں تو مرد و زن مشترک ہو سکتے ہیں مگر کششِ حُسن و صوت؛ عورت کے ساتھ ایسے ہی خاص ہے جیسے نیوٹن کے حساب سے کششِ ثقل زمین کے ساتھ خاص ہے۔

پوری بات کو صاف لفظوں میں کہا جائے تو مطلب یہ ہے کہ فی زمانہ ہم جنس پرستی کے بڑھتے ہوئے رجحان کی ایک بڑی وجہ مرد و زن کا تہذیب کے فطری تقاضوں سے انحراف بھی ہے۔ اِس زمینی حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تہذیبی بے راہ روی نے معاشروں میں بد کرداری کی راہ ہموار کرنے میں کلیدی رول ادا کیا ہے۔ مردوں کا داڑھی منڈا کر زنانہ شکل بنانا اور عورتوں کا سر کے بال کٹوا کر مردانہ وضع اپنانا؛ یہ وہ بنیادی محرّک ہے جس کی وجہ سے ہم جنس پرستی کا دیو دن بدن جدید انسانی سماج میں زور پکڑتا جا رہا ہے۔ اِدھر کسی نوجوان کے چہرے سے داڑھی مونچھ نے رخصتی لی نہیں کہ نسوانیت اپنی تمام تر نزاکتوں کے ساتھ بسیرا کرنے چلی آتی ہے، اور اُدھر بنت حوّا اپنی زلفیں قربان کر کے حُسن کے شیش محل کو چکنا چور کرنے پر تلی ہے۔ مغرب کا مرد عورت کی سنہری زلفوں کی کٹائی کے روح فرسا مناظر دیکھ کر اتنا بد مزہ ہو چکا ہے کہ اب اس نے مردوں کے بے ریش شکلوں میں لذت کی تلاش شروع کر دی ہے۔

ہم جنس پرستی کی ٹیڑھی سڑک کو اب تک اگر آپ دو راہا سمجھ رہے ہیں تو آنکھیں مسل کر پھر دیکھیے، یہ دو راہا نہیں تِراہا ہے۔ ایک جانب تجارتی فوائد کے لیے کی جانے والی ایڈورٹائزنگ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مرد و زن کی باہم مشابہت کی شدید خواہش نے نازک مردوں اور کٹھن عورتوں کی بھیڑ چال میں اضافہ کیا ہے۔ دوسرے موڑ پر موبائل اسکرین سے لے کر سنیما کے پردے اور فٹ پاتھ سے لے کر سمندر کے کنارے تک روز و شب عورت کی عریانیت سے روبرو ہونے والا مغربی مرد - اور اب نئی دنیا کا تقریباً ہر مرد - عورت میں اپنی کشش کھو کر بے حرکتی کی شکایت میں مبتلا ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے میں تیسری سمت سے آتا

گجرات، انڈیا، abdurrahmanpatel786@gmail.com

ہوا غیر فطری جذبات کا قافلہ کئی ایک غیر مطمئن لونڈوں اور حسیناؤوں کو اپنے ہمراہ لے کر جنسی تسکین کی کسی بستی کوط میں جا بستا ہے۔

فرائڈ نے نفسیاتی تحقیق کے نام پر جنسی آزادی کا جن بوتل سے نکالا تھا مگر رفتہ رفتہ نوبت ایں جا رسید کہ اب باقاعدہ ہم جنس ساتھی تلاش کرنے کے ایپ بن چکے ہیں، درجنوں ڈراموں کے ذریعے غیر فطری تسکین کو مثبت انداز میں پیش کیا جا رہا ہے، حکومتی سطح پر ایسے افراد کی حمایت و معاونت کے قوانین لاگو ہو رہے ہیں، اس سب کے نتیجے میں معاشرہ قیامت خیز حرکات و مناظر کا دلدل بن چکا ہے، جس کا تعفن خاندانی نظام کے چمنستان کو بدبو کے ڈھیر میں تبدیل کر رہا ہے۔ اندیشہ یہ بھی ہے کہ موجودہ نسل کی جنسی بے راہ روی آئندہ نسل کے عشرت کدوں کو جنسی زیادتیوں کے دوزخ میں تبدیل کر کے رکھ دے گی۔ آئندہ نسل کی عورت مرد سے اپنا فطری حق وصول کرنے سے عاجز ہوگی اور مستقبل کا مرد برآمد کی جگہ درآمد کی شناعت میں مبتلا ہو جائے گا، یوں دونوں جنسوں کا بڑا طبقہ ہمیشہ کے لیے حقیقی جنسی لذت سے محروم ہو کر کسی ٹیڑھی سڑک کے کنارے کسی کج رَو ہجوم کا حصہ بن جائے گا۔

قرآن میں مذکور مغضوب اقوام میں قوم لوط کے انتخاب کی منطقی، تہذیبی، جنسی اور طبّی حکمت ہمارے دور میں زیادہ نکھر کر سامنے آئی ہے۔ آج جب کہ مشینی ترقیوں کا دعوے دار انسان اخلاقی پستیوں کے قعرِ مذلت میں گر کر اپنا تہذیبی وقار کھو چکا ہے، ایسے میں قوم لوط کا قصہ اور ان کی ہلاکت کا بیان؛ اعلان عبرت ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی معاشرے میں جنسی توازن برقرار رکھنے کے لیے فطری وضع قطع اپنانے کا واضح پیغام بھی ہے۔ نئی نسل کو یہ ماننا ہوگا کہ جہاں ماحولیاتی توازن برقرار رکھنے کے لیے آلودگی پیدا کرنے والے اسباب سے احتراز لازم ہے اور ذہنی توازن برقرار رکھنے کے لیے دماغی ہیجان کو جنم دینے والے خیالات سے پرہیز ضروری ہے؛ وہیں جنسی بد ذوقی اور سماجی آلودگی سے بچتے ہوئے جنسیات میں توازن برقرار رکھنے کے لیے بہت سارے دیگر جنسی ہتھکنڈوں پر قدرت رکھنے کے باوجود جنسی تسکین کے معاملے میں فطری طریقوں پر انحصار لازم ہے۔ لہٰذا بود و باش میں مرد و زن کی مشابہت سے لے کر جنسی معاملے میں خود انحصاری کے مغربی فلسفے تک ہر باطل نظریہ کا معقول رد کرنا، وقت کی اہم ضرورت اور ہمارے دور کے داعیانِ قرآن و اسلام کا اولین فریضہ ہے۔

والذي بعثني بالحق لا تنقضي الدنيا حتى يقع فيها الخسف والقذف والمسخ والقذف... واستغنى الرجال بالرجال والنساء بالنساء (مسند الفردوس للدیلمی)☆☆☆

(ص:26 کا بقیہ)

"میں نے خدمتِ دین کے ایک بڑے فریضہ کا بوجھ اپنے ناتواں کاندھوں پر اٹھایا اور عربی یونیورسٹی کی تاسیس و قیام کا ایک جامع منصوبہ عمل میں آیا، اس سلسلے کی تمام کوششوں اور کاوشوں میں ہمہ وقت مصروف رہنے والے مولانا عبد الرؤف صاحب ہی تھے، بلکہ جامعہ کا خاکہ انھی کا تیار کیا ہوا تھا گو کہ ان کے مصاحبین و رفقائے کار نے اس بارے میں ان کی بڑی مدد فرمائی، تاہم انھی خطوط پر عملی اقدام ہونے والے تھے۔ اب جب کہ ان کے خاکہ کے مطابق عمل و پیش قدمی کا وقت آیا تو وہ اچانک اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے، وہ میرے دست و بازو تھے، اس لیے ان کے انتقال کے بعد میں بہت مایوسی کا شکار ہوا، لیکن قدرتِ الٰہی نے میری رہبری و یاوری فرمائی۔ پھر ذہن میں آیا کہ یہ دنیا کارگاہِ عمل ہے، یہاں کتنے عظیم سے عظیم اور کتنے بڑے مدبر و منتظم آئے اور چلے گئے۔

ع: ہزار شمع بکشتند و انجمن باقیست

وصال: علامہ حافظ عبد الرؤف علیہ الرحمۃ ۱۴ شوال المکرم ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء بروز جمعہ لگ بھگ گیارہ بجے دن میں وصال فرما گئے۔

جب حضور حافظِ ملت علیہ الرحمۃ کو سانحۂ ارتحال کی جانگداز خبر پہنچی تو کلمۂ استرجاع پڑھا اور ان کے اوپر سکتہ طاری ہو گیا۔ نگاہوں سے کرب کے آثار جھلک رہے تھے، ایسا لگتا تھا کہ کوئی عظیم دولت کھو چکی ہو اور بدن کی ساری طاقت کھنچ گئی ہو۔ آپ یک بیک ضعیف معلوم ہونے لگے اور ڈوبی آواز میں تجہیز و تکفین کا حکم صادر فرمایا، بعد نمازِ جمعہ سے رات 9 بجے تک تعزیت کرنے والوں کا سلسلہ چلتا رہا، پھر جب قبرستان کی طرف لے جانے لگے تو ایسا لگتا تھا کہ کسی شخص واحد کا نہیں بلکہ علم و فن کی ایک انجمن کا جنازہ ہو۔

لوگوں کا بیان ہے کہ اتنا بڑا مجمع اس سے پہلے مبارک پور کی دھرتی پر نہ دیکھا گیا

بلا شبہہ حضرت کی ذات ہر جہت سے اہم اور جامعہ اشرفیہ کے لیے کلیدی حیثیت کی مالک تھی اور دار العلوم کو الجامعۃ الاشرفیہ بنانے میں آپ کے شب و روز کی محنتیں ہیں جن کو اہلِ علم کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ اللہ پاک حضرت کے درجات بلند فرمائے۔

☆☆

شعاعیں

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی کے وقت عمر

علمائے اہلِ سنت کی تحقیقات

اس وقت ہماری ملک ہندوستان میں بعض شاطروں نے یہ اعتراض کرنا شروع کردیا ہے کہ مسلمانوں کے رسول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب نکاح کیا تو ان کی عمر 6/ برس تھی اور رخصتی کے وقت عمر 9 برس تھی۔ اس حوالے سے ہم ذیل میں دو تحریریں پیش کرتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم آسی نے 9/ برس ہی کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی نے 17 یا 19 برس کی ہونے کی تائید کی ہے۔ از: **مبارک حسین مصباحی**

حضرت عائشہ کی رخصتی کے وقت عمر 9/ برس تھی جب کہ سیتا کی رخصتی ۶ برس کی عمر میں

از: مولانا محمد ابراہیم آسی

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادی کو لے کر گستاخان رسول بے جا اعتراض کرتے ہیں پورے ہندوستان اور عالم اسلام میں اس کے خلاف غم وغصے کا اظہار کیا جارہا ہے۔

اب میں احادیث، تواریخ، میڈیکل، فقہ اور حالات حاضرہ کے مشاہدات کی روشنی میں گستاخان رسول کے بے جا اعتراض کا دندان شکن جواب دیتا ہوں تاکہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی پر انگلی اُٹھانے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ حضرت ام المومنین کے نکاح اور رخصتی کی عمر حدیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

"ترجمہ: عروہ کا بیان ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تو وہ 6 سال کی تھیں جب ان کے ساتھ خلوت فرمائی تو وہ 9 سال کی تھیں اور وہ 9 سال آپ کی خدمت میں رہیں۔"

(صحیح بخاری، جلد سوم، صفحہ 82، کتاب النکاح، حدیث نمبر 144)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر رخصتی کے وقت ۹/ سال تسلیم کرتے ہوئے اپنی تحقیقات پیش کرتا ہوں۔

جب لڑکیاں 9 سال کی ہوجاتی ہیں تو وہ شرعاً مشتہات اور بالغہ ہوجاتی ہیں جیسا کہ فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ قاضی خان جلد اول کتاب النکاح باب فی المحرمات، صفحہ 167 میں ہے: "ابنة خمس سنين لم تبلغ وأما ابنة ست او سبع او ثماني ان كانت عليه ضخمة فقد بلغت حدالشهوة"

ترجمہ: پانچ سال کی لڑکی حد شہوت کو نہیں پہنچتی، چھ سال یا سات سال یا آٹھ سال یا اس سے اوپر وہ حد بلوغت کو پہنچ جاتی ہے۔

میڈیکل کیا کہتا ہے:

اب آئیے میڈیکل کے اعتبار سے بلوغت کی عمر کا پتہ لگاتے ہیں اس کے بارے میں ڈاکٹروں کا کیا کہنا ہے۔

گائینولوجسٹ ڈاکٹر سید محمد عباس رضوی اپنی کتاب "نسائیات" کے صفحہ 31 پر لکھتے ہیں کہ: شباب (Puberly) یہ عورت کی زندگی کا وہ زمانہ ہے جب کہ وہ بچپن سے بلوغت میں داخل ہوتی ہے یہ زندگی کا انتہائی اہم زمانہ ہے جب کہ بہت سی جسمانی اور ذہنی تبدیلیاں وجود میں آتی ہیں۔ پہلا طمث جسے (Menarch) یعنی حیض کہا جاتا ہے اسی دور میں ہوتا ہے۔ جب 8 سال سے کم عمر کی بچی میں ثانوی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں اور طمث یعنی حیض (Menstruation) شروع ہوجاتا ہے۔ اسے (Precocious puberty) کہا جاتا ہے بعض بچیوں میں اس سے کم عمر میں طمث یعنی حیض (Menstrution) دیکھا گیا ہے طمث یعنی حیض شروع ہونے سے جنسی بلوغت کا پتہ چلتا ہے ان بچیوں میں

ثانوی جنسی تبدیلیاں بھی موجود ہوتی ہیں۔"

میڈیکل کے اعتبار سے یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ بچیاں 8 سال کی عمر میں بالغ ہو جاتی ہیں۔ فتاویٰ قاضی خان کی عبارت اور میڈیکل کی تحقیقات میں نمایاں مطابقت نظر آتی ہیں اس سے ظاہر ہے کہ بالاتفاق 8 سال کی بچیاں بالغہ ہو جاتی ہیں اگر بچی کی شادی 9 سال کی عمر میں ہوتی ہے تو بالاتفاق یہ کہا جائے گا کہ وہ مشتہات اور بالغہ ہیں یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ 9 سال کی بالغہ او رمشتہات سے شادی کرنے والے پر اعتراض کرنا غلط ہوگا۔

لڑکیوں کی بلوغت کے متعلق بی بی سی کی ایک رپورٹ جو 16 مئی 2005 کو شائع ہوئی ملاحظہ فرمائیں۔

ترقی یافتہ ممالک میں بچوں کی سن بلوغت کی عمر کم سے کم ہوئی ہے اور بعض لڑکیاں سات سال کی عمر میں بھی بالغ ہو رہی ہیں 1990ء میں لڑکیوں میں بلوغت کی ابتدائی علامات آٹھ سال کی عمر میں پیدا ہونا شروع ہوتی تھی اب ماہرین کے مطابق کچھ لڑکیاں سات سال کی عمر میں بالغ ہو جاتی ہیں۔ سویڈن کے ماہرین صورت حال کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لینے کی کوشش کر رہے ہیں اب یورپ میں بارہ ٹیمیں اس عمل کو سمجھنے کے لیے ایک تین سالہ منصوبے پر کام کر رہی ہیں۔

اب اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رخصتی کے وقت بالغہ تھیں اس شادی پر اعتراض کرنا اپنی حماقت کو ظاہر کرنا ہے۔

اس دور میں زوجین کے درمیان عمر کی تفاوت کو کوئی معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا ورنہ کفار قریش اس شادی پر مضحکہ خیز باتیں کرتے تمام تواریخ کی کتابوں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔

1400 سال قبل ملک عرب میں بھی اس عمر میں لڑکی کی شادی کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ حضور ﷺ کے زمانے میں جن لوگوں نے آپ کے پیغام کو جھٹلایا تھا، انہوں نے ہر طریقے سے حضور ﷺ کو بدنام کرنے اور آپ کو نیچا دکھانے کی کی کوشش کی، وہ ہر اس موقع کی تاک میں رہتے تھے کہ جس سے وہ حضور ﷺ کی شخصیت پر وار کر سکیں زبانی طور پر بھی اور جسمانی طور پر بھی، آپ ﷺ پر جو زبانی حملے کرتے تھے ان میں کبھی حضور ﷺ کو جادوگر کہتے تھے، کبھی آپ کو کو جھوٹا کہتے تو کبھی حضور ﷺ کو مجنون کہتے تھے، نعوذ باللہ من ذالک۔ مگر کبھی بھی ان لوگوں کے دلوں میں یہ خیال بھی نہیں آیا کہ حضرت عائشہ سے آپ کے نکاح کو لے کر اعتراض کریں یا طعنہ دیں، ایسا کیوں؟ کیوں کہ اسوقت ان کے سماج میں یہ عام سی بات تھی اور ان کے نزدیک وہ کوئی ایسی عیب کی بات نہیں تھی کہ جس کو بنیاد بنا کر وہ آپ کو طعنہ دیتے کیا آپ جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے پہلے 54 سال تک صرف ایک ہی زوجہ محترمہ تھیں، وہ ام المومنین حضرت خدیجہ تھیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ ایک بیوہ عورت تھیں جن سے حضور ﷺ نے نکاح کیا تھا اور کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ سے عمر میں پندرہ سال بڑی تھیں۔ حضور ﷺ نے اپنی زندگی کے عین جوانی کے ایام صرف یہ ایک بیوی حضرت خدیجہ کے ساتھ گذارے ہیں جو آپ سے 15 سال بڑی تھیں اور حضور ﷺ نے ان کی وفات تک ان سے تعلق رکھا اور یہاں تک کے ان کی وفات کے بعد بھی ان کے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور تعلق کو برقرار رکھا، اگر زوجین راضی ہوں تو عمر کوئی معنی نہیں رکھتی ہے گنیز ورلڈ ریکارڈ کے مطابق امریکہ کی باشندہ گرب جانیوے Grubb janeway جن کی عمر 18 سال تھی اس نے جان جانیوے John janeway سے شادی کی جن کی عمر اکیاسی سال تھی۔ دونوں کی عمر میں 63 سال کا فرق تھا کسی نے اس شادی پر انگشت نمائی نہیں کی۔

'یہ غلط ہے کہ لڑکیاں صرف 13 سال کی عمر میں بالغ ہوتی ہیں بلکہ اس سے قبل بھی بالغ ہو جاتی ہیں اس کا یہ دعویٰ غلط ہے وہ جاہل ہے زمانے کے حالات پر اس کی نظر نہیں ہے من لا یعرف اھل زمانہ فھو جاھل جو زمانے پر نظر نہیں رکھتا وہ جاہل ہے۔

پوری کائنات نظام قدرت پر منحصر ہے نظام قدرت کے سامنے طبی اور سائنسی نظریات بے بس نظر آتے ہیں چند مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں ۱۳/ سال سے کم عمر کی بچیاں بالغ ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ الگ الگ ممالک میں مختلف اثرات مرتب ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

گنیز ورلڈ ریکارڈ (Small age mother in Guinness record) کے مطابق پیرو کی رہنے والی لینا مرسیلا مڈینا (Lina Marcela Medina) 14 مئی 1939 میں ایک بچہ کو جنم دیا اس وقت اس کی عمر 5 سال 7 مہینے اور 21 دن تھی۔

(2) گنیز ورلڈ کے مطابق روس کے باشندے فیوڈر ویسیلو Feodor Vasilyevaکی بیوی نے 1725ء سے 1765ء کے درمیان ۲۷ر بار کی زچگی میں انہوں نے انہتر 69 بچوں کو جنم دیا۔

(3) گنیز ورلڈ ریکارڈ کے مطابق امریکہ کیلیفورنیا کی رہنے والی ناڈیہ سلیمن (Nadya Suleman) جو ایڈورڈ داوڈ کی اکلوتی اولاد تھی اس نے 26 جنوری 2009ء میں کیسر پرمیننٹ میڈیکل کیلیفورنیا میں ایک ساتھ 8 بچوں کو جنم دیا۔

محترم قارئین! اس طرح کی سیکڑوں مثالیں موجود ہیں اس کے باوجود اگر کوئی حضرت عائشہ پر اعتراض کرے تو یہ اس کی جہالت ہے تاریخ اور حالات حاضرہ سے ناواقفیت ہے۔

بہت سی ایسی ریاستیں ہیں جہاں شادی کے لیے کم عمر کی کوئی قید ہی نہیں ہے جیسے کیلیفورنیا، نیو میکسیکو، واشنگٹن، اوکلاہما، اس کے علاوہ اور بھی ریاستیں ہیں جہاں شادی کے لیے کم عمر کی کوئی قید نہیں ہے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کم عمری کی شادی پر انگلی اُٹھانے سے قبل گستاخان رسول کو دوسرے مذہب کی کتابوں کو بھی پڑھ لینا چاہیے تھا تو حقیقت اس پر واضح ہو جاتی۔

شادی کے وقت سیتا کی عمر 6 سال

شریمد والمیکی رامائن، سرگ نمبر 47، صفحہ نمبر 449، مطبوعہ گیتا پریس گورکھپور — سیتا اپنا تعارف راون سے کراتے ہوئے کہتی ہیں کہ:

"اے برہمن! آپ کا بھلا ہو میں متھلا کے راجا مہاتما جنک کی بیٹی اور اودھ کے راجا شری رام چندر کی پیاری ملکہ ہوں۔ میرا نام سیتا ہے شادی کے بعد بارہ برس تک ایشواکونشی کے مہاراج دشرت کے محل میں رہ کر میں نے اپنے شوہر کے ساتھ سبھی انسانی خواہشات پورے کیے ہیں مجھے ہمیشہ وہ عیش و آرام میسر رہے جن کی کسی انسان کو خواہش ہو سکتی ہے تیرہویں سال کے شروعات میں طاقتور مہاراج دشرت نے اپنے وزیروں سے مشورہ کیا اور شری رام چندر جی کو ولی عہد کے درجہ پر فائز کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت میرے نامدار شوہر کی عمر پچیس سال سے اوپر تھی اور میری پیدائش سے لے کر جنگل کی جانب کوچ کرنے کے وقت تک میری عمر سالوں کی گنتی کے لحاظ سے اٹھارہ برس ہو گئی تھی"

قارئین! اس سے معلوم ہو گیا کہ جس وقت سیتا اور رام کی شادی ہوئی تھی اس وقت سیتا کی عمر چھ سال تھی اور چھ سال کی عمر میں ہی اپنے سسرال آگئی تھیں اور اپنے شوہر کے ساتھ رہ رہی تھیں۔

اب حضرت عائشہ کی شادی پر انگلی اٹھانے جواب دیں۔ کیا وہ رام اور سیتا کی شادی پر بھی اعتراض کریں گے؟

ڈاکٹر محمد احمد نعیمی اپنی کتاب "اسلام اور ہندو دھرم کا تقابلی مطالعہ" جلد دوم، صفحہ 544 پر وسشٹھ اسمرتی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

ماں باپ کی لاپرواہی سے شادی سے پہلے ہی لڑکی کو اگر ماہواری شروع ہو جاتی ہے تو اس لڑکی سے شادی کرنے والے کو دیکھنے سے ہی پاپ لگتا ہے وہ صرف نظر سے ہی ہلاک کر دیتا ہے۔ اس لیے اس کی ماہواری آنے سے قبل ہی لڑکی کی شادی کر دیں ایسا نہ کرنے پر ماں باپ کو گناہ ہوتا ہے۔

سوامی دیانند سرسوتی اپنی کتاب "ستیارتھ پرکاش سملاس چوتھا شلوک نمبر 14، صفحہ 105 پر لکھتا ہے کہ ارتھ یہ ہے کہ لڑکی کا آٹھویں برس گوری، نویں برس روہنی، دسویں برس کنیا اور اس کے بعد رجلا (حیض والی) نام ہوتا ہے دسویں برس تک بیاہ نہ کر کے رجلا لڑکی کو ماں باپ اور اس کا بڑا بھائی تینوں دیکھ کر نرک میں گرتے ہیں۔

خواہ بیٹی ابھی عمر کو نہ پہنچی ہو باپ کو چاہیے کہ ممتاز، خوبصورت اور برابر ذات کا رشتہ آنے کے صورت میں قبول کرے۔

منو دھرم شاشتر باب 9، صفحہ 216 شلوک 94، مطبوعہ نگارشات پبلشرز مزنگ روڈ لاہور — "تیس سال کا مرد بارہ سالہ کنیا سے شادی کرے گا جو اسے خوش رکھ سکے یا چوبیس برس کا مرد آٹھ سالہ لڑکی سے اگر دوسرے فرائض کی ادائیگی میں حائل نہ ہو تو اسے شادی کرنی چاہیے۔"

مذکورہ بالا حوالوں اشلوکوں سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ مذہبی اعتبار سے لڑکی کی شادی کم سنی میں کر دینی چاہیے۔

محترم قارئین! یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ کم سنی کی شادی کوئی معیوب بات نہیں ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی پر جو انگلی اُٹھاتا ہے وہ مستشرقین ہو یا گستاخان رسول جہالت اور کم علمی پر مبنی ہے اور جو اس شادی پر تنقید کرے وہ نرا جاہل ہے۔

ڈاکٹر صاحب اسی کتاب کے صفحہ 590 پر لکھتے ہیں کہ:

شری رام کے باپ راجہ دشرتھ کی تین بیویاں، کوشلیا، سمترا اور کیکئی تو مشہور ہی ہیں ان کے علاوہ بالمیکی رمائن میں راجہ دشرتھ کی 353 رانیوں کا تذکرہ ہے جن سے بن واس کے وقت شری رام نے اجازت لی تھی جس کا بیان بالمیکی رمائن میں اس طرح ہے۔

رام نے اپنی تین سو پچاس ماؤں کی طرف دیکھا تو وہ پہلی تین ماؤں کی طرح غمزدہ دکھائی دیں۔ بالمیکی رامائن کے مطابق ہنومان جی کی بھی 16 بیویاں تھیں جو شری بھرت نے ان کو تحفے میں دی تھیں بالمیکی رامائن میں ہے کہ شری بھرت نے ہنومان کو ایک لاکھ گائیں، سو اچھے گاؤں اور 16 لڑکیاں بیوی کی صورت میں تحفۃً دیں۔ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ ہنومان جی کے بھی 16 بیویاں تھیں جب کہ ان کو برہمچاری یعنی نفس کش اور تنہا زندگی گزارنے والا کہا جاتا ہے۔

شری کرشن کی خاص بیویوں کی تعداد 8 تھی اور سیکڑوں گوپیاں (معشوقائیں) تھیں مہابھارت اور شری مدبھاگوت میں اس طرح تذکرہ کیا گیا ہے — ایک ہی نیک گھڑی میں الگ الگ جگہوں میں الگ الگ صورتیں اختیار کر کے شری کرشن نے 16 ہزار لڑکیوں کے ساتھ ایک ساتھ شادی کی۔ کشیب رشی یہ ماریچ کے فرزند تھے ان کی شادی دکش پرجاپتی کی 13 لڑکیوں کے ساتھ ہوئی تھے جن میں ادتی، دتی اور ونو خاص تھیں۔ رگوید کے مطابق سوبھری رشی نے راجاماندھاتا کی 50 لڑکیوں سے شادی کی تھی یہ ایک بزرگ رشی تھے انہوں نے ہر ایک بیوی سے سو سو بچے پیدا کیے۔

پھر گستاخان رسول کو حضور ﷺ کی کثرت ازواج پر اعتراض کرنے پر شرم آنے چاہئے۔ کیا وہ ہندوؤں کے مذکورہ بالا مذہبی رہنماؤں پر کثرت ازواج کی وجہ سے اعتراض کریں گے؟

* * *

شادی کے وقت عمر 17 برس یا 19 برس تھی — تحقیقی نقطۂ نظر

از: مفتی عبدالقیوم ہزاروی

سوال: بوقتِ نکاح و رخصتی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر کتنی تھی؟

السلام علیکم! ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اور رخصتی کس عمر میں ہوئی؟ براہِ مہربانی وضاحت فرمادیں۔ شکریہ

سائل: راشد علی مقام: ملتان شریف

جواب: منکرین حدیث نے اس بات کو بہت اچھالا ہے کہ حدیث شریف میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کے وقت 9 سال عمر بتائی گئی ہے جو عقل و نقل کی رو سے غلط ہے۔ اس سے غیر مسلموں بلکہ پڑھے لکھے مسلمانوں کو بھی انکار حدیث کا بہانہ مل گیا ہے۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک شادی کے وقت کم سے کم 17 یا 19 سال تھی۔

دلائل: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بڑی بہن سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا طویل العمر صحابیات میں سے ہیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔ بڑی خدا رسیدہ عبادت گذار اور بہادر خاتون ان کی عمر تمام مورخین نے سو سال لکھی ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے دس سال چھوٹی ہیں۔ سیدہ اسماء حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے پانچ یا دس دن بعد فوت ہوئیں۔ سن وفات 73ھ ہے۔ اس حساب سے سیدہ اسماء کی عمر ہجرت کے وقت 27 سال ہوئی اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے دس سال چھوٹی ہیں تو آپ کی عمر ہجرت کے وقت 17 سال ہوئی۔ اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی 2ھ کو مانی جائے تو رخصتی کے وقت آپ کی عمر مبارک 19 سال ہوئی۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

اسلمت اسماء قديما وهم بمكة فی اول الاسلام... وهی آخر المهاجرين والمهاجرات موتا. وكانت هي اكبر من اختها عائشة بعشر سنين.. بلغت من العمر ماته سنة.

اسماء مکہ میں اوائل اسلام میں مسلمان ہوئیں۔ مہاجرین مردوں عورتوں میں سب سے آخر فوت ہونے والی ہیں۔ اپنی بہن سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دس سال بڑی تھیں"۔

(ابن کثیر، البدایہ والنہایہ 346/8 طبع بیروت)

اسلمت قديما بعد اسلام سبعة عشر انسانا ... ماتت بمكة بعد قتله بعشره ايام وقيل بعشرين يوماً وذلک فی جمادی الاولیٰ سنة ثلاث وسبعين.

مکہ معظمہ میں سترہ آدمیوں کے بعد ابتدائی دور میں مسلمان ہوئیں... اور مکہ مکرمہ میں اپنے بیٹے (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ) کی شہادت کے دس یا بیس دن بعد فوت ہوئیں اور یہ واقع ماہ جمادی الاولی سن 73ھ کا ہے"(علامہ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب 12ص426 طبع لاہور، الامام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، تاریخ الامم والملوک ج5ص31 طبع بیروت، حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی م 430ھ، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء 2ص56 طبع بیروت)

اسلمت قديما بمكة وبايعت رسول الله ﷺ. ماتت اسماء بنت ابی بكرالصديق بعد قتل ابنها عبدالله بن الزبير وكان قتله يوم الثلثاء لسبع عشرة ليلة خلت من جمادی الاولیٰ سنة ثلاث وسبعين.(محمد ابن سود الکاتب الواقدی 168ھ م230ھ الطبقات الکبریٰ ج8/255 طبع بیروت)

"سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا مکہ معظمہ میں قدیم الاسلام ہیں۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی۔ اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے چند دن بعد فوت ہوئیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت بروز منگل 12 جمادی الاولیٰ 73ھ کو ہوئی ہے"۔

كانت اسن من عائشة وهی اختها من ابيها.. ولدت قبل التاريخ لسبع وعشرين سنة.(امام ابن الجوزی، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج5ص392 طبع ریاض)

"سیدہ اسماء، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ عمر کی تھیں۔ باپ کی طرف سے سگی بہن تھیں۔ ہجرت سے 27 سال قبل پیدا ہوئیں"۔

اسلمت قديما بمكة قال ابن اسحق بعد سبعة عشر نفسا.. بلغت اسماء مائة سنة ولدت قبل الهجرة لسبع وعشرين سنة.(شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابہ 4ص230 م773ھ طبع بیروت، سیرۃ ابن ہشام 1ص271 طبع بیروت، علامہ ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ 4، ص358 طبع بیروت، علامہ ابو عمر یوسف ابن عبداللہ بن محمد بن عبدالقرطبی 363ھ، الاستیعاب فی اسماء الاصحاب علی ھامش الاصابۃ 463ھ ج4ص232 طبع بیروت، حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاسلام ج5ص30 طبع بیروت، الروض الانف شرح سیرۃ ابن ہشام ج1ص166 طبع ملتان)

سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ مکرمہ میں ابتداءً مسلمان ہوئیں۔ ابن اسحاق نے کہا سترہ انسانوں کے بعد سو سال عمر پائی ہجرت سے 27 سال پہلے پیدا ہوئیں"۔

یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ... رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں سن ہجری کا آغاز نہیں ہوا اور سن عیسوی یا کسی اور سن کا عرب معاشرے میں تعارف یا چلن نہ تھا۔

اہل عرب کسی مشہور تاریخی واقعہ سے سالوں کا حساب کرتے تھے مثلاً واقعہ اصحاب فیل، سے اتنا عرصہ پہلے یا بعد وغیرہ۔ باقاعدہ سن ہجری کا آغاز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کیا اور اس کا آغاز سال ہجرت سے کیا۔

پہلی سن ہجری، دوسری سن ہجری، تیسری سن ہجری میں کم سے کم امکانی مدت۔ پہلی سن ہجری کا آخری دن یعنی 30 ذی الحجہ لیں اور دوسری سن ہجری کا پہلا دن یعنی یکم محرم، دو سنوں میں وقفہ ایک دن۔ دوسرے رخ سے دیکھیں پہلی سن ہجری کا پہلا دن یعنی یکم محرم، دوسری سن ہجری کا آخری دن یعنی 30 ذی الحجہ، کل مدت دو سال مکمل۔ دونوں صورتوں میں سن بدل گئے مگر ایک طرف ایک دن ملا اور دوسری طرف پورے دو سال۔ جب تک تاریخ اور مہینہ متعین نہ ہو یہ فرق باقی رہ کر ابہام پیدا کرتا رہے گا۔

آج کل پرنٹ میڈیا کتنی ترقی کر چکا ہے مگر کتابوں میں، اخبارات میں، حد تو یہ کہ قرآن کریم کی طباعت و کتابت میں غلطی ہو جاتی ہے، پہلا دور تو ہاتھوں سے کتابت کا دور تھا، ممکن ہے "تسع عشر" انیس سال عمر مبارک ہو، مگر کتابت کی غلطی سے تسع یا تسعاً رہ گیا اور عشر کا لفظ کتابت میں ساقط ہو گیا ہو، تسع عشر انیس سال کی جگہ تسعاً یا تسع یعنی نو سال باقی رہ گیا اور آنے والوں نے نقل در نقل میں اسی کو اختیار کر لیا کہ نقل کرنے والے اعلیٰ درجہ کے ایماندار، پرہیزگار، علوم وفنون کے ماہر، صحیح وسقیم میں امتیاز کرنے والے، نہایت محتاط لوگ تھے۔ وجہ سقوط کچھ بھی ہونا ممکن نہیں۔ حقائق بہر حال حقائق ہوتے ہیں، ان کے چہرے پر گرد و غبار تو پڑ سکتا ہے مگر ہمیشہ کے لئے اسے مسخ نہیں کیا جا سکتا۔ احادیث کی تمام کتب میں ایسے تسامحات کا ازالہ کیا جانا چاہئے تاکہ بد اندیش کو زبان طعن دراز کرنے کی ہمت نہ رہے۔

والله و رسوله اعلم بالصواب۔

ذکرِ جمیل

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حیاتِ طیبہ کے درخشاں نقوش

محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

حضرت سعید بن زید عشرہ مبشرہ سے ہیں، سابقین اولین میں آپ کا شمار ہوتا ہے، فطرتاً نیک طبع اور راہِ حق کی تلاش میں سرگرداں تھے، جیسے ہی توحید و رسالت کی آواز کانوں میں گونجی فوراً مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ آپ کی کوششوں سے آپ کے برادرِ نسبتی سیدنا فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

نام و نسب:

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب۔

عدی حضرت سعید کے ساتویں دادا ہیں جن کی نسبت سے انھیں عدوی کہا جاتا ہے۔ دسویں پشت کعب بن لوی پر آپ کا شجرۂ نسب رسولِ اکرم ﷺ سے کی نسبتِ اطہر سے مل جاتا ہے۔

ولادت باسعادت:

حضرت سعید بن زید عدوی قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہجرتِ نبوی سے 22 سال قبل زید کے گھر مکہ معظمہ میں ہوئی۔

والدین:

آپ کے والد زید بن عمرو ایک توحید پرست انسان تھے، جنھوں نے رسولِ کریم ﷺ کی زیارت تو کی لیکن بعثت سے کچھ سال پہلے دنیا سے رخصت ہوگئے۔ وہ اہلِ عرب کی گمرہی اور ایامِ جاہلیت کی بری رسوم سے بیزار تھے۔ انھیں بتوں کی پرستش سے سخت نفرت تھی، بتوں کا چڑھاوا اور ان کے نام کا ذبیحہ ہرگز نہیں کھاتے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں لڑکیوں کی ولادت کو اہلِ عرب نحوست سمجھتے تھے، لیکن وہ اس وقت اس کے سخت خلاف تھے۔ اہلِ عرب ان لڑکیوں کو زندہ درگور کردیتے تو وہ ان لڑکیوں کو حتی الامکان بچانے کی کوشش کرتے اور بہت سی لڑکیوں کو زندہ درگور ہونے سے بچالیا کرتے تھے۔ زید بن عمرو تلاشِ دین کی خاطر ورقہ بن نوفل کے ساتھ ملک شام پہنچے، یہودی اور نصرانی علما سے ملاقاتیں ہوئیں، انھوں نے اپنا اپنا دین ان دونوں پر پیش کیا، زید کو ان کی باتوں پر اطمینان نہ ہوا، اخیر میں ایک راہب سے ملاقات ہوئی جو ملتِ ابراہیم پر تھا، اس سے گفتگو ہوئی تو زید بن عمرو کا دل اس کی باتوں پر جم گیا۔ اس نے زید سے کہا کہ تمھارے شہر میں حق اترنے والا ہے، اللہ تعالیٰ تمھاری قوم سے ایسے شخص کو مبعوث فرمائے گا جو دینِ ابراہیمی کا احیا فرمائے گا۔ زید بن عمرو نے اپنی زندگی کے آخری ایام تک مبعوث ہونے والے نبی کا انتظار کیا اور انھوں نے آسمان کی طرف رخ کرکے یہ دعا کی:

اللهم إن كنت حرمتني من هذا الخير فلا تحرم منه ابنى سعيدا۔

اے اللہ! اگر میں اس خیر سے محروم رہا تو میرے بیٹے سعید کو اس سے محروم نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی اور حضرت سعید کو شرفِ اسلام سے مشرف فرمایا اور آپ سابقین اولین میں شمار کیے گئے۔

آپ کی والدہ فاطمہ بنت بعجہ بن اُملیح خزاعیہ نے نبی کریم ﷺ کی بعثت کا زمانہ پایا اور مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

قبولِ اسلام:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت مذہبِ اسلام کا دامن تھاما جب نبی کریم ﷺ پوشیدہ طور پر اسلام کی دعوت دے رہے تھے۔ یہ سنہ 2 نبوی کا واقعہ ہے۔ رسولِ کریم ﷺ صرف انھی لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے جن پر اعتماد تھا، انھی میں سے حضرت سعید بن زید بھی ہیں جنھوں نے سرکار کی تبلیغ پر لبیک کہا اور مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

جب آپ مشرف بہ اسلام ہوئے تو کفار و مشرکین نے دوسرے

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

مسلمانوں کی طرح آپ کو بھی تکلیفیں دینی شروع کیں، انھی میں حضرت عمر بن خطاب بھی تھے، جو آپ کو بہت ستاتے، قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا کرتے، لیکن اس کے باوجود حضرت سعید کے پائے ثبات میں لغزش نہ آتی، حتیٰ کہ حضرت عمر کا دل اسلام کی طرف راغب ہوا اور حضرت سعید انھیں دار ارقم میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لے گئے اور حضرت عمر رسولِ کریم ﷺ کے دستِ حق پر دولتِ اسلام سے سرفراز ہوئے۔

ہجرتِ مدینہ:

مکہ میں جب کفار کی مسلمانوں پر سختیاں شروع ہوئیں تو رسولِ کریم ﷺ کی ایما پر بہت سے صحابہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے لگے، حضرت سعید بن زید نے بھی مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیس لوگوں کی جماعت کو ساتھ لے کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی، ان میں حضرت سعید بن زید تھے، آپ نے رفاعہ بن عبد المنذر کے پاس قیام کیا۔

اسلامی بھائی چارہ:

رسولِ کریم ﷺ نے ہجرت سے قبل مکہ معظمہ میں صحابۂ کرام کے درمیان اسلامی بھائی چارگی قائم فرمائی۔ مکہ معظمہ میں سرکارِ دوعالم ﷺ نے حضرت سعید بن زید اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے ساتھ رشتۂ اخوت قائم فرمایا اور مدینہ ہجرت کے بعد حضرت سعید کو حضرت رافع بن مالک زرقی کا بھائی بنایا۔

غزوات میں شرکت:

حضرت سعید ابھی بیس برس کو نہ پہنچے تھے کہ مشرف بہ اسلام ہو گئے، پھر اپنی ساری جوانی کی طاقتیں اسلام کے نام وقف کر دیں۔ 2ھ میں قریش مکہ کا وہ مشہور قافلہ جس کے سبب غزوۂ بدر پیش آیا، ملک شام سے واپس آرہا تھا کہ رسولِ کریم ﷺ نے حضرت سعید اور حضرت طلحہ کو اس کے تجسس پر مامور کیا تھا، وہاں سے یہ حضرات اس قافلہ کی اطلاع مدینہ لے کر پہنچے تو دیکھا کہ غازیانِ اسلام معرکۂ بدر سر کر کے فاتحانہ واپس لوٹ رہے تھے، چوں کہ یہ حضرات بھی رسولِ کریم ﷺ کے حکم کے مطابق ایک مہم پر تھے، اس لیے انھیں بھی بدر کے مالِ غنیمت سے حصہ عطا کیا گیا اور سرکار علیہ السلام نے جہاد کے ثواب میں شامل ہونے کی بشارت عطا فرمائی۔ بدر کے علاوہ دوسرے تمام غزوات میں بھی آپ کی شرکت رہی، مگر افسوس کہ کسی غزوہ کے متعلق آپ کا تفصیلی واقعہ نہیں ملتا، البتہ ملکِ شام کی فتوحات میں خصوصیت کے ساتھ دمشق اور یرموک کی جنگوں میں آپ کے زبردست کارناموں کا ذکر ملتا ہے۔

روایتِ حدیث:

حضرت سعید سے رسولِ کریم ﷺ کی 84 احادیث مروی ہیں اور آپ سے صحابۂ کرام اور کبار تابعین نے روایت کی، حدیث کے چند راویوں کے نام یہ ہیں:

روایت کرنے والے صحابہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر، ابو الطفیل عامر بن واثلہ لیثی، عمرو بن حریث مخزومی رضی اللہ عنہم۔

روایت کرنے والے تابعین کے نام:

حضرت زر بن جیش اسدی، عبد اللہ بن ظالم مازنی، ابو عثمان نہدی، ابن مسیب، قیس بن ابی حازم، ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف، عروہ بن زبیر، عباس بن سہل بن سعد ساعدی، ابو الخیر مرثد بن عبد اللہ یزنی، یزید بن حارث عبدی رضی اللہ عنہم۔

فضائل و مناقب:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جنھیں زبانِ رسالت سے جنت کی بشارت ملی۔

ترمذی شریف میں ہے:

عن سعيد بن زيد قال : اثْبُتْ حِرَاءُ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلاَّ نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ . قِيلَ: وَمَنْ هُمْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدٌ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ. قِيلَ فَمَنِ الْعَاشِرُ قَالَ أَنَا. (سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب سعید بن زید)

ایک مرتبہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ غار حرا پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا تو سرکار نے فرمایا کہ اے حرا ٹھہر جا؛ فإنه ليس عليك إلا نبي أو صديق أو شهيد، کیوں کہ تجھ پر اللہ کا نبی یا صدیق یا شہید کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: وہ کون خوش نصیب ہیں: سرکار علیہ السلام نے فرمایا ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، عبد الرحمٰن بن عوف۔ حضرت سعید سے پوچھا گیا کہ دسواں کون ہے؟ تو آپ

نے فرمایا کہ میں۔

اس وقت سرکار کے ساتھ جو خوش نصیب حضرات تھے ان میں سے ایک حضرت سعید بھی تھے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر نے اپنے بعد حضرت فاروق اعظم کو اپنا جانشین منتخب کرنا چاہا تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت عثمان غنی، حضرت اسید بن حضیر و دیگر مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا، ان میں ایک حضرت سعید بن زید بھی تھے۔

حضرت سعید بن حبیب فرماتے ہیں کہ؛ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد، حضرت سعید، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، یہ سارے حضرات حضور ﷺ کے ساتھ اس معاملے میں برابر کے شریک تھے کہ جنگ میدان میں سب حضور کے آگے آگے ہوا کرتے تھے اور نماز میں حضور کے پیچھے۔

زہد و ورع:

حضرت سعید بن زید نیک طبع، خاموش مزاج اور دنیاوی جاہ و حشمت سے مستغنی تھے، ان کے زہد و ورع کے حوالے سے ایک واقعہ یہ ہے کہ:

حضرت فاروق اعظم نے ایک مرتبہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے پاس خط بھیجا کہ مجھے لوگوں کے حالات سے آگاہ کرو تو حضرت ابو عبیدہ نے ایک جوابی خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ حضرت سعید بن زید اور حضرت معاذ بن جبل کے بارے میں تو آپ خوب جانتے ہیں کہ ان حضرات میں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا شوق بڑھ گیا ہے۔

جرأتِ حق:

حضرت سعید بن زید خدا ترس انسان تھے، لوگوں کو اللہ کا خوف یاد دلاتے اور اس سلسلہ میں کسی لومۃ لائم کا خوف نہ کرتے، اور جرأت اور حق گوئی کے ساتھ لوگوں کے سامنے اپنی بات رکھتے، جب لوگوں نے حضور کے عظیم صحابی سیدنا عثمان غنی کو شہید کر دیا تو آپ نے کوفہ کی جامع مسجد میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے انھیں شرم دلائی اور فرمایا:

میں ماضی کی یادوں کو سوچتا ہوں کہ عمر اپنے اسلام لانے سے پہلے مجھے ستاتے تھے، جب کہ آج یہ حال ہے کہ لوگ اسلام قبول کرنے کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ زیادتیاں کرتے ہیں، مزید فرمایا کہ لوگوں نے حضرت عثمان غنی کے ساتھ جو سلوک کیا ہے، اگر اس پر احد پہاڑ بھی متزلزل ہو جائے تو بجا ہے۔

ایک بار کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت سعید حضرت مغیرہ کے پاس پہنچے، ایک شخص نے حضرت علی کی شان میں گستاخی کی تو آپ فوراً جلال میں آ گئے اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کو سخت الفاظ میں تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص تمھارے سامنے اصحابِ رسول کو گالی دے رہا ہے اور تم روکتے نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سرکار نے ان حضرات کے بارے میں فرمایا کہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبد الرحمٰن، سعد بن مالک جنتی ہیں۔

وفات:

حضرت سعید بن زید کا انتقال پر ملال مقامِ عقیق میں 51 میں سیدنا امیر معاویہ کے دورِ خلافت میں جمعہ کے دن ہوا۔ 73 برس کی عمر شریف پائی، حضرت سعد بن وقاص نے غسل دیا اور کفن پہنایا، حضرت عبد اللہ بن عمر نے خوشبو لگائی، پھر مدینہ طیبہ میں لا کر آپ کو دفن کیا گیا، حضرت عبد اللہ بن عمر نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ کا انتقال کوفہ میں ہوا، حضرت مغیرہ بن شعبہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

اہل و عیال:

حضرت سعید بن زید نے مختلف اوقات میں متعدّد شادیاں کیں، بیویوں کے نام یہ ہیں:

فاطمہ (امِ جمیل)، جلیسہ بنت سوید، امامہ بنت الرجیج، حزمہ بنت قیس، ام الاسود، ام اسود، ام خالد، بشیر بنت ابو مسعود انصاری، ان بیویوں اور لونڈیوں کے بطن سے کثرت سے اولادیں ہوئیں۔

لڑکے:

عبد الرحمٰن اکبر، عبد الرحمٰن اصغر، عبد اللہ اکبر، عبد اللہ اصغر، عمر اکبر، عمر اصغر محمد، اسود، زید، طلحہ، خالد، ابراہیم اکبر، ابراہیم اصغر۔

لڑکیاں:

عاتکہ، ام موسیٰ، ام حسن، ام سلمہ، ام حبیب کبریٰ، ام حبیب صغریٰ، ام زید کبریٰ، ام زید صغریٰ، ام خالد، حفصہ، عائشہ، زینب، ام صلاح، ام سعید وغیرہ۔ (تاریخ اسلام، الاصابۃ، الاستیعاب، الریاض، النضرۃ فی مناقب العشرۃ وغیرہ)۔ ٭٭٭

انوارحیات

محقق جلیل حضرت علامہ عبدالرؤف بلیاوی (حافظ جی)

احمد رضا مرادآبادی

نام: عبدالرؤف۔ والد ماجد: محمد اسلام۔ جد امجد: بخش اللہ
صوبہ اتر پردیش کے ضلع بلیا (جو مشرقی یوپی میں واقع ہے) کی تحصیل بانس ڈیہہ میں ایک قریہ بھوج پور ہے، اسی میں 1912ء میں پیدا ہوئے، یہی آپ کا آبائی وطن ہے، بوقت پیدائش والد ماجد محمد اسلام صاحب ہوڑہ میں تھے، ریلوے سروس تھی، اس لیے زیادہ اوقات ہوڑہ میں ہی گزرتے تھے۔ پیدائش کے مبارک موقع پر حسب روایت خوشیاں منائی گئیں، عہدِ طفلی گزار کر جب چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو والد ماجد کی مجبوریوں کے پیش نظر والدہ ماجدہ کے ساتھ وطن مالوف سے ہوڑہ (مغربی بنگال) چلے آئے۔

پنچم تلہ ہوڑہ میں والد ماجد ایک کورٹر میں رہائش پزیر تھے۔ والدین کی شفیق نگاہوں کے سائے تلے آپ مغربی بنگال کی فضاؤں میں اپنی طفلانہ زندگی کے شب و روز گزارتے رہے، جب کچھ شعور بالیدہ ہوا اور زبان کی شستگی ظاہر ہوئی تو دین دار گھرانے میں پاکیزہ ماحول رکھنے والے والدین نے اپنے بچے کو علم کے پہلے زینہ پر کھڑا کرنا چاہا۔ چوں کہ یہ قدیم کہاوت ہے کہ جیسا ماحول ہوتا ہے بچہ پر ویسا ہی اثر پڑتا ہے۔ والدین سادہ زندگی گزارنے کے خوگر تھے اور صوم و صلاۃ کے پابند، گھرانا دینی تھا، گو کہ والد صاحب سرکاری ریلوے سروس سے متعلق تھے مگر مزاج میں مذہبیت پوری طرح اثر انداز تھی، اس لیے اپنے دیگر بچوں کی طرح اس بچے کو بھی اسلامی روش پر لگا دیا اور رسم بسم اللہ کی تیاریاں ہونے لگیں۔

رسم بسم اللہ شریف: رسم بسم اللہ شریف پنچم تلہ ہوڑہ ہی میں ادا کی گئی، ابھی کم عمری ہی تھی کہ ایک حافظِ دین نے اس مقدس کام کو انجام دیا، اس طرح تعلیمی سلسلہ جاری ہو گیا، عہدِ طفلی کا مزاج ہی کچھ اور ہوتا ہے، جب تک بچوں پر سختیاں نہ کی جائیں اس وقت تک وہ تعلیم کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، مگر یہاں تو حال ہی کچھ اور تھا، استاد شاگرد کا معاملہ الگ تھلگ، استاد پڑھانے سے حیران، مگر شاگرد کی سیرابی نہیں ہو پاتی۔

قوتِ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک روز میں کئی سبق سناتے اور اتنی صحت کے ساتھ کہ استاد بھی عش عش کر اٹھتے، حافظہ اتنا قوی اور عمدہ تھا کہ جو ایک بار پڑھ لیتے ذہن میں مستحضر ہو جاتا۔

اپنے نانیہال میں حفظِ قرآن کی مقدس تعلیم پائی، بے پناہ قوتِ حافظہ ہونے کی وجہ سے بہت ہی جلد حفظ مکمل فرما لیا۔

فارسی کی ابتدائی تعلیم:

عمر کے ابتدائی حصہ میں حفظ قرآن مقدس کی نعمت سے بہرہ مند ہونے کے بعد درس نظامی کی ابتدائی کتابیں یعنی فارسی وغیرہ شروع کرا دی گئیں اور فارسی کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ گلستاں، بوستاں، یوسف و زلیخا، سکندر نامہ وغیرہ کتابیں برادر امجد سے پڑھیں، اور پھر ابتدائی عربی کے لیے حضرت مولانا شمس الحق بلیاوی سے رجوع کیا، پنچم تلہ ہوڑہ میں میزان الصرف اور منشعب کو ختم کیا اس کے بعد سفر کا دوسرا دور شروع ہوا۔

حضرت حافظ جی علیہ الرحمۃ کے ہم درس حضرت مولانا اختر حسن صاحب ادروی فرماتے ہیں:

”مولانا عبد الرؤف صاحب امروہہ کے مدرسہ حنفیہ محلہ گزری میں 1351ھ سے 1353ھ تک تین سال رہے۔ امروہہ میں آپ کی تعلیم کی ابتدا ہدایۃ النحو، علم الصیغہ، قدوری، مرقاۃ وغیرہ سے ہوئی اور تین سال میں شرح جامی بحثِ اسم تک وہیں پڑھے، جس وقت حافظ جی علیہ الرحمۃ امروہہ پہنچے تو غالباً بیس سال کے رہے ہوں گے، ہلکی ہلکی داڑھی تھی، امروہہ میں تین سال کا عرصہ گزار کر احسن المدارس قدیم نئی سڑک کان پور میں تشریف لائے مگر یہاں زیادہ دن تک قیام نہ کر سکے، کیوں کہ اس وقت افقِ علم پر اشرفیہ کا مہر درخشاں

ضو پاشی کر رہا تھا۔ اس لیے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں تشریف لائے، جیساکہ معلوم ہوا ہے کہ اجمیر معلی دار العلوم معینیہ میں بھی تعلیم حاصل کی، مگر وہاں کا سنہ تعلیم اور جانا صحیح تاریخوں سے فراہم نہ ہو سکا۔ قیاس ہے کہ امروہہ سے اجمیر معلی تشریف لے گئے ہوں، پھر وہاں سے کان پور ہوتے ہوئے مبارک پور آئے ہوں۔

مبارک پور میں آمد: مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں ایک عارف باللہ نے علم کا مے کدہ کھول رکھا تھا، مے خانۂ علم سے صبح و شام مئے دو آتشہ کے چھلکتے ہوئے لبریز ساغر شائقین وطالبین کو پلائے جا رہے تھے، وہ مرد حق آگاہ حضور حافظِ ملت استاذ العلما جلالۃ العلم شاہ عبد العزیز محدث مبارک پوری علیہ الرحمہ تھے۔ اس سخت کوش نے مسند تدریس و افتا کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ مسلسل تگ و دو کر کے وہابیوں دیوبندیوں سے چار ماہ تک مناظرانہ تقریری مقابلہ بھی کیا تھا جس کے ادلہ قاطعہ کے سامنے باطل کا کس بل نکل چکا تھا، مبارک پور کی سرزمین پر 9 سالہ جان لیوا مشقت و محنت کرنے کے بعد یہاں تک کہ فاقہ کشی بھی کر کے اور ارض مبارک پور کو اپنے سجدوں کی تابانیاں بخش کر مبارک پور چھوڑ کر ناگ پور تشریف لے گئے۔ یہ زمانہ آپ کا (حافظِ ملت کا) 29 شوال 1352ھ سے شوال 1361ھ تک 9 سال کا ہوا، اس کے بعد ناگ پور تشریف لے گئے، مگر سال بھر کے بعد اہالیانِ مبارک پور نے حضور محدثِ اعظم ہند اور حضور صدر الشریعہ علیہما الرحمہ سے اصرارِ پیہم کر کے ان کو پھر حاصل کر لیا اور ملت کا محافظ اسی سرزمین پر اپنے علمی جاہ وجلال کے ساتھ رونقِ انجمن ہوا۔ اب آنے والا آرہا ہے تو ہمیشہ کے لیے آرہا ہے اور جب حافظِ ملت آئے تو ان کو مبارک پور کی سرزمین سے ایسا پیار ہوا کہ آج بھی اس دھرتی کے سینہ میں اپنی تمام جلوہ سامانیوں کے ساتھ آرام فرما ہیں "خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را"۔

چوں کہ اشرفیہ کا علمی فیضان دور دور تک پھیل چکا تھا لہٰذا حافظ عبد الرؤف علیہ الرحمہ بھی مبارک پور حاضر ہوئے، اشرفیہ کا ماحول اور یہاں کی آب وہوا موصوف کو راس آگئی تو دل جمعی کے ساتھ مصروفِ تعلیم ہو گئے۔

مفتی عبد المنان اعظمی کی نظر میں حافظ عبد الرؤف:

اپنے ایک مضمون میں بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ دار العلوم اشرفیہ کے نمائندہ طلبہ کی فہرست نامکمل رہے گی اگر میں مولانا، ذی جاہ، حقیقت پناہ، معرفت آگاہ حضرت مولانا عبد الرؤف بلیاوی کا تذکرہ نہ کروں۔

فرماتے ہیں: درس نظامی پر جتنا استحضار ان کو تھا، میں نے کم لوگوں میں دیکھا، کسی مسئلہ کا ذکر کرو بس بیٹھے ہی بیٹھے مراجعت کتب فرما دیں۔ یہ بات ایسے ہے، اور یہ بات ایسے، کوئی پوچھے حافظ جی یہ کس کتاب میں ملے گی۔ آپ کا جواب ہوتا، فلاں فلاں کتاب کے فلاں فلاں ابواب دیکھ لو۔

ان کا ایک کارنامہ فتاویٰ رضویہ کی اشاعت ایک جماعت پر بھاری ہے، غیر معمولی محنت کے عادی اور جد وجہد کو انتہائی منزل تک پہنچا دینے والے انسان حضور حافظ ملت کے تصور الجامعۃ الاشرفیہ کو عملی جامہ پہنانے والوں میں ان کا کردار کلیدی حیثیت رکھتا ہے اور ان کے علم کی برتری کا سکہ پورے ہندوستان میں رواں دواں تھا، اپنی سوجھ بوجھ اور تجربہ کاری کے لحاظ سے وہ ملت کے عمائدین میں شمار ہوتے تھے۔

ناگ پور میں تشریف آوری: جب حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ اشرفیہ مبارک پور سے شوال 1361ھ مطابق 1942ء میں جامعہ عربیہ ناگ پور تشریف لے گئے تو علامہ ارشد القادری (جو اس وقت اشرفیہ کے طالب علم تھے) کو ازراہِ شفقت و نوازش ساتھ لے گئے، حضرت کے اشرفیہ سے چلے جانے کے بعد اشرفیہ کی روح نکل گئی اور تعلیمی انحطاط بھی شروع ہو گیا، اس لیے حافظ جی کو برداشت نہ ہو سکا کہ ان کی تعلیم میں کسی طرح کا سقم یا نقص پیدا ہوا، خود بھی جامعہ عربیہ کے لیے تیار ہو گئے، جامعہ عربیہ میں ہی مقدس علمائے کرام کے مقدس ہاتھوں سے دستار بندی ہوئی اور علم و فضل کی سند سے نوازے گئے۔ یہ فخر و شرف ناگ پور کی سرزمین کو حاصل ہوا۔ اس جلسہ میں ہندوستان کے مسلکِ اہلِ سنت کے مقتدر علمائدین اور معزز علمانے شرکت کی، غالباً جامعہ عربیہ کا یہ پہلا سال ہے جس کی دستار بندی نے سارے ہندوستان میں دھوم مچا دی۔ حافظِ ملت کی مسیحا نفسی نے مردہ ماحول میں زندگی کا صور پھونک دیا۔ حضرت موصوف (حافظ جی) علیہ الرحمہ فارغ ہو جانے کے بعد 1942ء میں چند ماہ کے لیے جامعہ عربیہ ہی میں عارضی طور پر مدرس ہو گئے، لیکن جب حضور حافظِ ملت سال بھر کے بعد پھر اشرفیہ تشریف لے آئے تو حضرت حافظ جی وہاں سے خود ہی سبک دوش ہو گئے، پھر وہاں سے حضور مفتیِ اعظم ہند متوفیٰ 1983ء کے فرمان پر ان کے قائم کردہ مدرسہ مظہر اسلام بریلی

شریف میں تشریف لائے۔ موصوف بڑی تندہی سے مصروفِ کار تھے جس کی وجہ سے حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کو بہت اطمینان ہو گیا تھا۔

مگر ادھر دار العلوم اشرفیہ مصباحی العلوم مبارک پور میں حضور حافظ ملت کی تشریف آوری نے پھر ایک نئی روح پھونک دی تھی اور اشرفیہ جتنا نیچے گر گیا تھا سال بھر کے اندر اس سے کہیں زیادہ بلند ہو گیا، اشرفیہ کو ایک ایسے شخص (ایسی شخصیت) کی ضرورت تھی، جو حضور حافظ ملت کی قوت بن سکے، حافظ ملت کی نظر حافظ جی قبلہ پر گئی، مگر حضور مفتیِ اعظم ہند سے ان کو حاصل کرنا ایک مشکل امر تھا، لیکن حافظِ ملت نے منت سماجت کر کے حافظ جی علیہ الرحمہ کو حاصل کر لیا اور مبارک پور لے آئے۔

حضور مفتیِ اعظم نے اجازت تو دے دی لین ودائی کے وقت فرمایا: "مولانا عبد الرؤف کا جانا ہمارے مدرسہ کی موت کے مترادف ہے" حضرت کے اس جملہ میں حافظ جی کا علمی وانتظامی تشخص بھرپور جھلک رہا تھا۔

اشرفیہ میں بطور مدرس: حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کی کاوشوں اور کوششوں سے آپ اشرفیہ میں مدرس بن کر تشریف لائے مگر کاموں کی ہما ہمی اپنے ساتھ لے کر آئے اور استاذ العلما کے دست و بازو کی طرح آپ بھی حضرت کے شانہ بشانہ اشرفیہ کی ترقی میں کوشاں رہنے لگے، علمی جولانیت، نکتہ رسی، تدبر و تفکر، باریک بینی، تعمق نظر، افہام و تفہیم، تدریسی جولانیت، مضمون کی نزاکت، مفہوم کی گیرائی یہ سبھی خوبیاں آپ کی جبلت کو قدرت سے ملی تھیں، اب اشرفیہ ہندوستان میں اپنی مثال آپ ہو گیا تھا۔ شب و روز کی مصروفیت نے آپ کو اتنا سخت کوش اور محنتی بنا دیا تھا کہ تھکنا جانتے ہی نہ تھے۔ اشرفیہ میں رہتے ہوئے کچھ روز بعد حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ نے آپ کو اپنا نائب منتخب فرما دیا اور آپ نائب شیخ الحدیث کے منصبِ جلیلہ پر تاحیات قائم رہے۔ ایک اعلیٰ مدرس کی ساری خوبیاں آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

حضرت حافظ جی علیہ الرحمہ کی محنت، علم سے تعلق اور کتب بینی کے بارے میں سب کو معلوم ہے کہ آپ کتنا مطالعہ کرتے تھے۔ زمانۂ طالب علمی سے لے کر تدریس تک اور پھر منصبِ تدریس پر فائز ہونے کے بعد بھی لگتا تھا کہ آپ کی ساری زندگی مطالعہ کے محور پر گردش کر رہی ہو، ان کے طالب علمی کے دور کی محنتوں اور علمی جولانیت کے بارے میں حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کے تاثرات کیا تھے؛ فرماتے ہیں:

"مولانا عبد الرؤف جس وقت زیرِ تعلیم تھے، اس وقت ایک دن مولانا ثناء اللہ صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضرت عبد الرؤف طالب علم جو ابھی پڑھ رہا ہے یہ تو اسی وقت علامہ ہے۔ بعد میں طالب علم، علم کے کس معیار پر پہنچے گا؟ میری قیام گاہ پر یہ اکثر پہنچتا ہے اور درسی کتابوں کی عبارتوں پر اس طرح کے اعتراض کرتا ہے جن کا ذکر کتبِ مطولات میں ہے جس کی اس نے ابھی صورت بھی نہیں دیکھی ہے اور کمال یہ کہ ان سوالات کے جوابات بھی خود دیتا ہے تو اکثر جوابات صحیح ہوتے ہیں۔"

حضرت کی علمی آفاقیت طلبہ سے لے کر علما تک سب کے نزدیک مسلم تھی۔ منقول ہے کہ "دار العلوم حمیدیہ بنارس میں جس وقت علامہ عبد الرؤف صاحب کے وصال کی خبر پہنچی تو شمس العلما قاضی شمس الدین صاحب جعفری (علیہ الرحمہ) نے کلمۂ استرجاع پڑھنے کے بعد فرمایا، آج ہندوستان سے کتاب کا سمجھنے والا چلا گیا۔"

حافظ جی علیہ الرحمہ کی قوتِ تفہیم کے متعلق مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھ پوری فرماتے ہیں "حضرت کی تفہیم کے متعلق اگر میں یوں کہوں کہ گھول کر پلاتے تھے تو مبالغہ نہ ہوگا۔"

"حضرت کو علوم عقلیہ ونقلیہ دونوں پر یکساں عبور تھا، حالاں کہ ایسا کم ہی دیکھا گیا ہے، مگر حافظ جی دونوں علوم کے سنگم تھے، اس مقام پر اگر یہ بھی کہہ دیا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ موصوف علیہ الرحمہ سیدی امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظلِ ظلیل تھے، آپ کا بھی یہی حال تھا کہ علومِ نقلیہ کی اتھاہ گہرائیوں میں ایسا ڈوبے کہ پھر اس کے علاوہ کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا مگر جب ضرورت پڑی تو علومِ عقلیہ کے بھی دریا بہائے۔ یہ فیضان تھا مجددِ اعظم کی روحانی نظر کا، فقہ، حدیث، تفسیر، کلام، اصول، بلاغت، معانی، بدائع، منطق، فلسفہ، ہیئات، توقیت، نجوم وغیرہ پر دسترس تامہ حاصل تھی۔"

آپ ایک اعلیٰ فقیہ تھے، نقد و جرح اور علل و جزئیات پر آپ کی گہری نظر تھی، آپ کا معیار اتنا بلند تھا کہ بغیر تحقیق کبھی بھی کوئی بات نہ کہی، جب تک مسئلہ کی نوعیت ہر جہت سے واضح نہ ہو جاتی آپ کا ذہن تیزی سے کام کرتا رہتا تھا۔

فتاویٰ رضویہ کی اشاعت اور مولانا عبد الرؤف: حافظ جی علیہ الرحمہ کی ایک نمایاں خدمت فتاویٰ رضویہ کی اشاعت ہے۔ فتاویٰ

رضویہ کے مسودے کرم خوردہ ہو رہے تھے، آپ نے اس کی طرف توجہ کی اور اشاعت کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔ حالاں کہ ہند و پاک میں ذی علم اور متدین عالموں کی کمی نہ تھی لیکن بات یہ تھی کہ مجدد اعظم کے مزاج سے کس کا مزاج ہم آہنگ ہے، جس کا مزاج ہم آہنگ تھا، اس نے اس بوجھ کو اٹھالیا۔ فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کو اگر دیگر مرحلوں سے قطع نظر صرف مسودہ کی کرم خوردہ عبارتوں کا تقابلی جائزہ ہی اتنا زہرہ گداز تھا کہ سوچ کر لرزہ طاری ہو جاتا ہے، مگر آپ نے اس کی اشاعت بھی کی اور کرم خوردہ عبارتوں کو صحیح بھی فرمایا۔ خود فرماتے ہیں:

"کچھ (جوابات) رسالے اور جوابات ناقص ملے جنھیں ہم نے اس خیال سے نامکمل ہی شائع کر دیا کہ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ، بعض اوراق کیڑوں نے بری طرح چاٹ لیا تھا، ان میں جہاں جہاں اور کتابوں کی عبارت سے تصحیح ممکن تھی کر دی گئی، جہاں مجبوری تھی بیاض چھوڑ دی گئی۔ ان سب باتوں کی تفصیل ہم شریک عرض کر رہے ہیں مبیضہ کا اصل سے مقابلہ پھر مبیضہ سے کاپی کی تصحیح، بعدہ پروف کی مطابقت میں پوری عرق ریزی اور نہایت سے کام لیا گیا ہے۔ مزید بر آں پوری کتاب میں جہاں جہاں عربی عبارتیں نقل کی گئی ہیں ان کی تصحیح متعلقہ کتابوں سے حتی الامکان کر لی گئی ہے۔ الغرض نقطہ نقطہ، شوشہ شوشہ کی صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے اور بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ کتاب صحیح اور مسودے کے عین مطابق شائع ہو، پھر بھی اگر کہیں کوئی کمی رہ گئی ہو تو یہ ہماری نظر کی کوتاہی اور بصیرت کی کمی ہوگی، اعلیٰ حضرت کا دامن اس سے پاک ہوگا۔"

بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان نے جب پانچویں جلد کی تدوین و تبویب شروع کی تو کاموں کی اہمیت کا اندازہ ہوا، فرماتے ہیں:

"مولانا عبد الرؤف علیہ الرحمۃ اکیلے سب کام کر لیا کرتے تھے، اس لیے ہم لوگوں کو کچھ احساس نہیں ہوتا تھا، اب جب کہ کام سے سابقہ پڑا تو معلوم ہوا کہ کام کتنا مشکل اور زہرہ گداز ہے۔"

موصوف اگر قلم اٹھاتے تو ان کے قلم سے نکلی ہوئی تحریر میں بھی امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا عکس جھلکتا تھا، یہی وجہ تھی کہ آپ کو فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کے لیے خاص کیا گیا۔ موصوف علیہ الرحمۃ جس موضوع پر قلم اٹھاتے تشنہ نہ رہتا، مگر درسی مصروفیت آڑے آئی اور درس کی ہمہ وقت زلفِ گرہ گیر میں ایسا الجھے کہ غیر کا موقع نہ مل سکا۔

حضرت مولانا عبد المبین نعمانی فرماتے ہیں:

"حافظ جی علیہ الرحمۃ کی زندگی کے تین عظیم کارنامے ہیں:

(1)-تدریس و تعلیم کے ذریعہ بہترین مدرسین کو منظرِ عام پر لانا۔

(2)-فتاویٰ رضویہ کے قلمی نسخوں کی اشاعت۔

(3)-الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کا خاکہ تیار کرنا۔

تقدیرِ الٰہی سے آپ نے جلد ہی داعیِ اجل کو لبیک کہا، ورنہ آپ کے ان تینوں کارناموں میں مزید رنگ آمیزی اور حسن و خوبی پیدا ہوتی۔"

انتظامی امور میں مہارت: انتظامی امور میں ان کو کتنا تجربہ اور مہارت تھی، اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حضور حافظِ ملت نے انھیں سب کچھ سونپ دیا تھا، اشرفیہ کا سارا نظم و نسق انھی کے ذمہ تھا۔

حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ شارحِ بخاری اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"جب تک وہ حیات رہے حضور حافظ ملت قدس سرہ نے اشرفیہ کا سارا نظم و نسق اور اصلاح و تربیت ان کے سپرد کر دی تھی، اس خصوص میں ان کے امتیاز اور تفرد کی دلیل وہ اجلۂ علمائے کرام ہیں جو آج ملک ہی نہیں پوری دنیائے سنیت کے آفتاب و ماہ تاب ہیں۔ آج دار العلوم اشرفیہ "جامعہ" ہو گیا، اسے دار العلوم سے جامعہ تک پہنچانے میں موصوف کی ذات گرامی کا اتنا دخل ہے جتنا انسان کو انسان بنانے میں دماغ کا ہوتا ہے۔ اشرفیہ کی تاریخ کے زریں عنوان ہیں حافظ عبد الرؤف۔"

انتظامی امور کی ساری خوبیاں اور اہلیتیں آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھیں، چاہے وہ داخلی انتظامات ہوں یا خارجی ہر ایک میں آپ منفرد نظر آتے ہیں۔

مولانا ادریس بستوی فرماتے ہیں:

"طویل عرصہ سے عملاً سیاہ و سفید (اختیار کلی) کرنے والے کی حیثیت سے انھوں نے دار العلوم کا نظم و نسق چلایا، مگر آج تک کسی کو ان کا ثانی نہیں پایا۔ حافظ جی کی ذات گرامی بڑی بڑی یونیورسٹیوں اور کالجوں کے اساتذہ اور شیخ الجامعہ حضرات کے لیے مشعلِ راہ ہے۔"

جامعہ اشرفیہ اور حافظ عبد الرؤف علیہ الرحمۃ: جامعہ اشرفیہ کے تمام جامع منصوبے حضرت حافظ جی علیہ الرحمۃ ہی کے تھے، خود حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ نے حضرت موصوف کی وفات حسرت آیات پر غم و اندوہ کا اظہار فرماتے ہوئے اور یونیورسٹی کے سلسلہ میں موصوف کی فکری بصیرت اور دور اندیشی کو اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **(باقی ص 14 پر)**

سفرنامہ

سفرنامۂ عرب

خالد ایوب مصباحی شیرانی

ہمارا پہیہ چلانے والے عربی شہر دمام میں 5 دن:

ہنگامہ خیز دنیا کے بیچ پرسکون فضا، دیدہ زیب لیکن معتدل تعمیرات اور شفاف ہوا کے شہر دمام کے مطار الملک فھد الدولی یعنی کنگ فہد انٹر نیشنل ایرپورٹ پر 23/مارچ 2022 کو ہمارا دو نفری قافلہ اس وقت اترا، جب ہماری پرواز گاہ دہلی میں رات کے سوا ایک اور جائے ورود دمام میں سوا گیارہ بج رہے تھے۔ 2800 کلومیٹر کا یہ ہوائی سفر بخیل انڈگو نے چار گھنٹے میں طے کیا۔ بخیل اس لیے کہ چار گھنٹے کی درمیانی سے زیادہ مسافت کے باوجود یہاں 20 ایم ایل لیٹر پانی کی بوتل کے علاوہ مفت میں کچھ بھی دستیاب نہیں تھا۔

رفیق سفر حضرت حافظ اشرف صاحب کچھ حد تک آرام دہ تنگ کرسی پر ستاتے ہوئے نیم خوابی میں چلے گئے اور میں بھی دائیں بائیں آگے پیچھے لیبر کلاس طبقے کی اکثریت کو الگ الگ زاویوں سے دیکھتے سمجھتے کسی وقت خواب خرام میں مست ہو چکا تھا، اس طرح کچھ حد تک دونوں اپنی کچھ نیند اور کچھ تکان دور کر چکے تھے اور ایرپورٹ پر اترتے ہوئے قدرے تازہ دم تھے۔

دمام ایرپورٹ پر ماربل کے کامیاب تاجر حافظ صاحب نے سب سے پہلے یہ مشاہداتی تاثر دیا کہ یہاں فرش پر ہمارے راجستھان کے جالور کا ماربل لگا ہوا ہے۔ لیکن کچھ دنوں بعد یہ راز کھلا کہ جالوری ماربل سے ٹھیک ملتا جلتا یہ پتھر عرب ہی کی پیداوار ہے۔

یہاں ایرپورٹ پر نہ وہ ہنگامہ تھا، جو ہم پیچھے چھوڑ آئے تھے اور نہ ہی وہ بے ہنگم بھیڑ۔ اس سکون پر ان سفید پوشوں کی امیگریشن کو مستزاد مانا جائے جو ہماری پہلی انڈین نظر میں عالمانہ شکلوں کے حامل نظر آتے ہیں۔

ایرپورٹ پر حضرت مولانا دولت صاحب، مولانا صدام حسین اور یونس خان شیرانی ہمارے منتظر کھڑے تھے۔ مولانا دولت صاحب کی فراٹے بھرتی کار نے ایرپورٹ سے یونس بھائی کی قیام گاہ تک کا چمکتا، جھلملاتا اور نورانی قمقموں سے منور کوئی 31 کلومیٹر کا سفر ناقابل محسوس دورانیے میں طے کر لیا۔ دمام کا یہ دوسرا اور نیا ایرپورٹ ہے، جو 28 نومبر 1999 کو تجارتی ٹریفک کے لیے شروع کیا گیا۔

اس ایرپورٹ کی خوب صورتی اپنی جگہ، نمایاں خوبی یہ ہے کہ یہ رقبے کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ہوائی اڈہ ہے، اتنا بڑا کہ دمام کے ٹھیک بغل میں واقع پوری مملکت بحرین کے پورے رقبے سے بھی بڑا ہے، جس کا ٹوٹل رقبہ 776 اسکوائر کلومیٹر ہوتا ہے، جس میں سے تعمیراتی حصہ 3 لاکھ اور 52 ہزار اسکوائر فٹ ہے۔

ہم مسافروں کا پہلا عربی کھانا یونس خان کے فلیٹ میں اور تا مدت قیام، قیام دمام سے متصل شہر الخبر میں واقع مسجد عبد اللہ بن عباس میں ہوا، جہاں ہمارے میزبان حضرت مولانا صدام حسین شیرانی نائب امام اور معلم ہوا کرتے ہیں۔ در اصل ہمارے حافظ صاحب کا فکری نظریہ یہ ہوتا ہے کہ سب سے بہترین قیام گاہ مسجدوں کے حجرے ہوا کرتے ہیں، جہاں جہاں سکون ہوا کرتا ہے، وہیں مولویانہ مزاج سے انتہائی قربت بھی۔

حضرت مولانا صدام حسین رضوی شیرانی دار العلوم فیضان اشفاق، ناگور سے فاضل اور سن 2015 سے یہاں بر سر روزگار ہیں۔ ابتداء آزادانہ کام کرتے تھے لیکن بعدہ بطور معلم یہاں قیام پذیر خارجیوں یعنی پردیسیوں کے بچوں کو ابتدائی تعلیم دینے لگے اور پچھلے کچھ وقت سے مسجد عبد اللہ بن عباس میں نائب امام اور مؤذن کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ عربی نظام کے مطابق اصل مؤذن اور امام عربی ہی ہو سکتا ہے۔ ہاں! مسجد کی لوکل انتظامیہ اپنی طرف سے نائب امام کا تقرر کر سکتی ہے اور وہی انھیں وظیفہ بھی دیتی ہے۔ چوں کہ عام طور پر ہر کسی مسجد کے نمازیوں کی بڑی تعداد اردو دانوں اور خارجیوں کی ہوا کرتی ہے، اس لیے ہند و پاک نژاد یا اردو

دانوں کے لیے یہاں اس کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

ٹھیک اسی طرح کا شغل حضرت مولانا دولت صاحب کا عزیزیہ کی جامع راشد البلوی مسجد میں ہے۔ البتہ یہ مسجد عبداللہ بن عباس کے مقابل بہت کشادہ اور نہایت خوب صورت ہے کیوں کہ یہ مسجد ایک پرائیویٹ کمپنی کی مسجد ہے اور اس کا پورا نظم و نسق بھی وہی کمپنی دیکھا کرتی ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت بے جا نہیں ہوگی کہ ہمارے ہاں مسجدوں کے تزئین کاری میں جس قدر پیسہ صرف ہوتا ہے، یہاں کی مسجدوں کے طرز تعمیر سے لگتا ہے کہ تقریباً اتنے ہی یا اس سے ملتے جلتے بجٹ میں یہاں کی مسجدوں میں کچھ الگ ہی دیدہ وری اور کشش پیدا ہوتی ہے۔ بہت ممکن ہے اس کی بنیادی وجہ اسلامی مملکت کی وجہ سے عام عمارتوں کے مقابل اسلامی تعمیرات کو خاص رنگ دینے کا فن، فن کارانہ مزاج اور کثرت تعمیرات کی وجہ سے نئے خیالات کا ورود ہو جب کہ عام نگاہ میں اس کی وجہ ان کے بیرونی نقش و نگار سے زیادہ انفراسٹرکچر اور اندرونی رنگ و روغن، سہولیات اور مناسب ہائٹ وغیرہ ہیں۔

مولانا صدام صاحب از روے منصب بھلے نائب ہوں لیکن در اصل امام اور مسجد کے سب سے بڑے ذمہ دار وہی ہیں کیوں کہ اصل امام صاحب صرف جمعہ اور رمضان المبارک کی نماز عشا کے علاوہ بقیہ دنوں میں گاہے گاہے مغرب میں آجاتے ہیں۔ اس لیے وہ نہ صرف شکل و شباہت، انداز قراءت بلکہ لال رومال اور عربی عبا سے بھی تقریباً اتنے ہی عربی بن چکے ہیں، جتنے اپنی بے تکان مہمان نوازی اور ملنسار اخلاق سے اچھے انسان ہیں۔ ہم مہمانوں سے ہی نہیں اپنے ہر آشنا ناآشنا مقتدی سے بھی خنداں پیشانی سے ملنا۔ معاصرت کے باوجود ہمارے ساتھ بزرگانہ سا سلوک کرنا۔ آداب ضیافت کا بے پناہ خیال رکھنا اور سب سے نباہ کرتے ہوئے چلنا مولانا کی وہ خوبیاں ہیں، جو ان کو بہتوں سے ممتاز کرتی ہیں اور ان کے روشن نصیبے کی غماز ہیں۔

عربی تقدسات کے حقائق و مشاہدات:

سعودی عرب میں ہماری دوسری دعوت یہاں کے دوسرے دن دوپہر میں حضرت مولانا دولت صاحب کے حجرے میں ہوئی۔ مولانا کے ہم دم مسجد کے بنگالی خادم ہوا کرتے ہیں اور بنگالی دنیا بھر میں اس بات کے لیے بدنام ہیں کہ وہ جتنی محنت کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں، اتنی ہی محنت اور دل چسپی کے ساتھ لذیذ کھانا بناتے بھی ہیں۔ بھائی کی بنائی ہوئی مچھلی اور بکرے کے قورمے نے ان کی بدنامی کی دل پر مہر لگادی۔ ہم انگلیاں چاٹتے ہوئے اس وقت تو ان کی اردو فہمی کے مطابق انھیں اس سے زیادہ کچھ نہ سمجھا سکے کہ آپ نے کھانا بہت لذیذ بنایا ہے لیکن اس کا چسکا اتنا زبردست تھا کہ کھانے کا اچھا ذوق رکھنے والے ہمارے حافظ صاحب پورے سفر میں بار بار اس کھانے کو یاد کرتے رہے۔

کھانے کے بعد – اللہ نیکی دے – مولانا صاحب کی مسجد کا دل سے جائزہ لیا۔ یہ عام سی عربی مسجد اتنی خاص ہے کہ اگر یہ ہماری زمینوں پر اتار دی جائے تو لوگ چل کر دیکھنے آیا کریں۔ یہاں مسجدوں کے باہر ایک خاص چیز یہ نوٹ کی کہ مسجد کے نام کے ساتھ کیو آر کوڈ کی تختی لگی ہوتی ہے، جسے اسکین کرنے سے موبائل میں مسجد کی مکمل تفصیل کھل جاتی ہے۔

کل سے اب تک مسجدوں کی باتیں چل رہی ہیں اور آگے بھی چلتی رہیں گی اس لیے قبل از وقت مناسب ہوگا کہ عربی مسجدوں اور ان کے مذہبی تقدسات پر مثبت/منفی تبصرے کا بڑا قرض ایک ساتھ ادا کر دیا جائے تاکہ نظریے کی طرح بہت حد تک امیج بھی کلیر ہو جائے۔

شاید دبئی کے سفرنامے میں یہ بات ذکر کر چکا ہوں کہ مسلمانوں کے یہاں نمازوں میں بلا کا تنوع پیدا ہو گیا ہے۔ ایک خدا کے لیے پڑھی جانے والی نمازوں میں اتنے رنگ نظر آتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ عرب دنیا میں یہ تو خوب ذوق پایا جاتا ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں، اس لیے بارہا اکیلا انسان بھی امام بنا نظر آتا ہے بلکہ مدینہ شریف سے واپسی کے وقت ایئرپورٹ کے پرییّر روم میں مجھے بچشم خود یہ نازک مرحلہ بھی دیکھنے کو ملا کہ ایک شخص اکیلا نماز پڑھ رہا تھا، دوسری رکعت میں تھا کہ کوئی آیا اور اشارہ کرکے اس کی اقتدا کرنے لگا، یہ امام صاحب اپنی نماز مکمل کر کے گئے اور مسبوق ابھی اپنی نماز پوری کر رہا تھا کہ کوئی تیسرا شخص آیا اور اسے اشارہ کر کے اس کی اقتدا کرنے لگا۔ لیکن ہمارے لیے خشک پہلو یہ ہو جاتے ہیں کہ ان نمازوں میں کبھی آگے پیچھے چلنا بھی ہوتا ہے، ضرورت پڑنے پر باتیں بھی ہو جاتی ہیں بلکہ موبائل کے چھوٹے موٹے کام نکالنے میں بھی دقت نہیں محسوس کی جاتی۔ نماز تراویح میں بالعموم دیکھ کر قراءت کی جاتی ہے۔ کسی بھی مسجد کے نمازیوں پر تجزیاتی نظر ڈالیے تو کوئی رفع یدین کر رہا ہوتا ہے، کوئی نہیں۔ دعائے قنوت کے علاوہ نمازوں کے

بعد دعاؤں کو انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطح پر کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، ویسے ہی جیسے نوافل کی کوئی حیثیت نہیں سمجھی جاتی اور ویسے ہی جیسے قرآن پاک کافی حد تک پڑھا جاتا ہے لیکن کافی حد تک اس کا ادب نہیں کیا جاتا۔ یہاں امامت کے لیے باریش ہونے کی شرعی ضرورت کہیں نہیں محسوس کی جاتی اور نہ ہی عام اماموں کے لیے قراءت کی درستگی پر بہت زیادہ توجہ ہوتی ہے۔ ہم نے دوران سفر کچھ ایسے لوگوں کو بھی نمازیں پڑھاتے ہوئے دیکھا، جن کی قراءت تقریباً جاہلان ہند کی عجمیت سے ملتی جلتی ہوا کرتی تھی۔ مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا، بالکل عیب نہیں سمجھا جاتا۔ جماعت ثانی کا اتنا زیادہ کلچر ہے کہ ابھی ایک جماعت نے سلام پھیرا ہوتا ہے کہ دوسری جماعت کھڑی ہو چکی ہوتی ہے۔ مسجدوں میں عام طور پر نمازیوں کی راحت کے لیے بڑے خوب صورت کھڑے تکیے لگے ہوتے ہیں۔ یہ انتظام بڑا بھایا کیوں کہ یہ تکیے جہاں "بے سہاروں کا سہارا" بنتے ہیں، وہیں پیچھے والی صف کے لیے سترے کی حیثیت بھی اختیار کر جاتے ہیں۔ اگرچہ احادیث کریمہ میں صراحت کے باوجود نمازی کے آگے سے گزرنا یہاں کچھ برا نہیں سمجھا جاتا اور سترے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ ہاں! ان دل بھاتے تکیوں کے اس پہلو پر غور کیا جانا چاہیے کہ کیا سچ مچ مسجدوں میں اتنے زیادہ پر تکلف اور آرام دہ انتظام کی ضرورت ہے؟

یہ کوئی بہت زیادہ قابل ذکر پہلو تو نہیں لیکن پھر بھی چوں کہ ہمارے یہاں اس سلسلے میں نہایت بے اعتنائی برتی جاتی ہے، اس لیے یہ بات کہنا فائدے سے خالی نہیں ہوگا کہ عربی مسجدوں کے مائک سیٹ کی تعریف کی جانی چاہیے۔ نہایت متناسب آواز، جس میں نہ کوئی گونج ہوتی ہے اور نہ سماعتوں پر بوجھ۔ مسجد کی ہر جائے نماز تک آواز کی یکساں رسائی اور بنا کسی ملاوٹ کے اصل آواز کی جوں کی توں ترسیل کرنے والا اپڈیٹ سیٹ اپ۔ ہمارے ہاں اس سلسلے میں جانے کیوں غفلت برتی جاتی ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بہت قیمتی اور دیدہ زیب مسجدوں میں بھی مائک سیٹ اپ کا تقریباً وہی حال ہوتا ہے جو گھروں میں ٹوتھ برش کا ہوتا ہے۔

ہر چھوٹی بڑی مسجد میں جمعہ نہیں ہوتا اور جن میں ہوتا ہے، ان میں خاص خطبہ جمعہ کے علاوہ انڈیا کی طرح وعظ کا اہتمام نہیں ہوتا۔ البتہ اگر حکومت کو کوئی خاص پیغام دینا مقصود ہوتا ہے تو تحریری خطبات میں دے دیا جاتا ہے اور اس کو تقریباً اتنی ہی حیثیت دی جاتی ہے، جتنی نص قطعی کی پیروی کی جانی چاہیے۔

مجھے عربی ممبر و محراب کی بناوٹ ہمیشہ سے بہت پسند آتی ہے۔ لکڑیوں کی ساخت، ان کی اٹھان، صف میں جگہ نہ گھیرنے کا طریقہ اور ان کی دیدہ زیبی ہر چیز بلا کی جاذب نظر اور مناسب ہوتی ہے۔ اس خوب صورت طرز تعمیر کو ہر مسجد میں فالو کیا جانا چاہیے۔

کچھ عرصہ قبل یہاں تبلیغی جماعت کا دور دورہ ہوا کرتا تھا لیکن آج کل ان پر مجرمانہ حد تک پابندی ہے۔ ہاں! ابھی بھی تبلیغی جماعت کے لوگ یہاں اپنا کام کرتے ہیں لیکن نظریں بچا کر اور چھپ چھپا کر۔ تبلیغی جماعت کا جتنا بھی کام تھا، پرائیویٹ سطح پر تھا، حکومتی سطح پر وعظ و نصیحت کے لیے جمعرات کے دن دعوتی ٹولیاں بکھر جاتی تھیں لیکن پچھلے کچھ وقت سے وہ ٹولے بھی تقریباً لبرل ازم کے حوالے ہو چکے ہیں اور اب ان کا بھی اثر برائے رسم رہ گیا ہے بلکہ موجودہ بادشاہ سلامت کی جدت طرازی تو یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ اذان کی آواز کے علاوہ جماعت کی آواز پر بھی روک لگا دی گئی ہے، یہ آوازیں مسجد سے باہر نہیں جانی چاہیے، جس کا بھرپور اہتمام ہو رہا ہے جب کہ اس کے بالکل برخلاف گئے دنوں کی طرح اب یہاں نہ تو نمازوں کے وقت بازار سونے رہتے ہیں اور نہ نماز نہ پڑھنے والوں کو کسی مطوعے کی کوئی دہشت۔

بشمول مسجد نبوی شریف کے الگ الگ مسجدوں اور ان کے نمازیوں کے بیچ یہاں ایک تعجب خیز بات یہ بھی نوٹ کی گئی کہ مکبر جب سلام پھیرتا ہے، امام کے ساتھ سلام پھیرنے والے، اٹھ کر کوئی بیس قدم چل چکے ہوتے ہیں۔ نہیں معلوم کہ حضرت مکبر کی یہ سستی مسلکی نوعیت کی ہوتی ہے یا ذاتی قسم کی یا پھر یہ کوئی نمازی فیشن ہے۔

حنفی المسلک کے لیے یہاں باجماعت نماز میں جو چیزیں سب سے زیادہ باعث تشویش ہوا کرتی ہیں، وہ رفع یدین اور آمین بالجہر جیسے مسائل سے کہیں آگے کی یہ فقہی نزاکتیں ہیں:

(الف) ائمہ حضرات سورہ فاتحہ اور سورت کے بیچ تین تسبیح سے زیادہ کا محسوس گیپ کرتے ہیں۔ کیوں کہ مقتدی کو بھی تو سورہ فاتحہ پڑھنا ہوتی ہے۔

(ب) عربیت کی شناخت کے طور پر متعارف کروائے گئے لال رومال کو ویسے ہی امامت کی شان سمجھا جاتا ہے، جیسے ہمارے ہاں حالت نماز میں عمامے کا اہتمام ہوتا ہے۔ پریشانی یہ ہے کہ حالت نماز میں اس کے دونوں کنارے لٹکے رہتے ہیں، جسے اصطلاح شریعت میں

سدل کہا جاتا ہے اور جس کی شرعی حیثیت کراہت کی ہے۔

دمام کا برڈ آئی ویو: دمام سعودی عرب کے مشرقی صوبے میں واقع ہے، جس کی سرحدیں کویت، قطر، متحدہ عرب امارات، عمان اور یمن سے ملتی ہیں۔ اندرونی طرف صوبہ ریاض اور صوبہ نجران واقع ہیں۔ علاقہ کا رقبہ 800 مربع کلومیٹر اور اس کی شہری آبادی 2009 میں 852000 تھی۔ یہ مشرقی صوبے کا صوبائی صدر مقام ہے اور دمام سے کچھ کلومیٹر کے فاصلے پر دوسرا بڑا شہر الخبر واقع ہے، جو کاروباری مرکز اور بندرگاہ ہے۔ بین الاقوامی آمد و رفت کے لیے شاہ فہد پل (The King Fahd Causeway) کے ذریعے صوبہ کو بحرین سے ملایا گیا ہے۔ (وکی پیڈیا)

وکی پیڈیا کے مطابق یہ ہے مختصر خاکہ ساحل پر واقع اس خوب صورت شہر کا جس کی زمین نے معیشت میں نہایت کمزور اور خستہ حالی کے شکار سعودی عرب کی 1953 میں اس وقت تقدیر بدل دی، جب یہاں پہلے پہل کافی تمناؤں اور کوششوں کے بعد کالے سونے یعنی خام تیل کا کنواں دریافت کیا گیا۔ اس سے قبل اس مملکت کی معیشت کا بڑا حصہ حجاج کرام کے ساتھ منسلک تھا اور کہیں کہیں زراعت و تجارت کا بھی وجود تھا جبکہ اس خداداد نعمت کے بعد آج سعودی عرب دنیا میں تیل پیدا کرنے والے تین بڑے ممالک میں سے ایک ہے اور مالی، معاشی اور سیاسی طور پر نہایت مضبوط ملک ہے۔

ہمیں اپنے اسی سفر دمام میں سعودی تیل کی کمپنی آرامکو سعودیہ کا ایریا دیکھنے کا موقع ملا، جس کے سر تیل ہی نہیں بلکہ عام طور پر بھی دنیا کی سب سے بڑی کمپنی ہونے کا تاج رہا ہے۔

دمام کوئی بہت پرانا شہر نہیں۔ 1923 میں اس وقت کے موجودہ بادشاہ شاہ عبدالعزیز کی اجازت سے بحرین سے ہجرت کر کے آئے قبیلے الدواسیر نے اس کی بنیاد رکھی، جو ابتداء الخبر میں آباد ہوا۔

وجہ تسمیہ کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ ماہی گیروں کے بحری جہازوں کو خبردار کرنے کے لیے یہاں ڈرم بجائے جاتے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ نام دووامہ (بھنور) لفظ سے بنا ہے، جو ایک قریبی جگہ کی طرف اشارہ کرتا ہے، جس سے عام طور پر مچھلی پکڑنے والوں کو گریز کرنا ہوتا تھا۔

99 سال بوڑھے اس شہر کی تاریخ اور ترتیب چاہے جیسی رہی ہو، بود و باش اختیار کرنے کے لیے یہ نہایت موزوں، سیاحوں کے لیے خوب صورت اور دل جلوں کے لیے دل بھاتا معتدل شہر ہے۔ نہ پولیوشن، نہ لبالب راہیں، نہ گندگی اور نہ ضروریات کی فراہمی میں کسی کمی کا احساس۔ کشادہ سڑکوں پر اپنی پوری رفتار کے ساتھ دوڑتی گاڑیاں شاید یہ بتانے کے لیے کافی ہوں گی کہ پر سکون شہری زندگی کے لیے اور کیا چاہیے۔

عرب ممالک کی روڈوں پر اس تبصرے کی ضرورت نہیں کہ روڈ کیسے ہونے چاہیے۔ نہ کشادگی اور روانی کے نقطۂ نظر سے، نہ صفائی اور مسافرانہ سہولیات کی فراہمی کے لحاظ سے اور نہ ہی بناوٹ کی عمدگی کے ناتے سے۔ یہ سب ہم جیسے غریب ملکوں کے لیے آزاد چھوڑے ہوئے ایشوز ہیں۔ دمام ہی کا واقعہ ہے کہ وہاں کے دوسرے دورے پر وہاں سے دوبئی جانے کے لیے جب ہم ایر پورٹ پہنچ رہے تھے تو دیکھا کہ ہماری روڈ کے ساتھ ساتھ ایک متبادل روڈ بھی ہے، دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ یہ روڈ خالی رہتا ہے، اگر کبھی اس رواں روڈ کی مرمت مقصود ہو تو ہمارے یہاں کی طرح یہ راستے کو تنگ کر کے کام نہیں کرتے، وہ متوازی روڈ کھول دیتے ہیں۔ ایسے ہر ترقی کے موڑ پر ہمیں اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ جناب یوگی آدتیہ ناتھ جی کی یاد آتی ہے۔ گزشتہ دنوں انھوں نے دہلی سے مراداباد جانے والے راستے پر بننے والے ایک پل کے لیے اس شاہ راہ کو کھود کر رکھ دیا اور کمال ذہانت یہ کہ اس بات کی قطعی فکر نہیں کی گئی کہ اس راستے پر سے گزرنے والی گاڑیوں کا کیا ہوگا!

عرب جس طرح سہولیات فراہم کرتے ہیں، اسی طرح اصولوں کی پاسداری اور بدعنوانی کے خاتمے کے لیے بھی ہر ممکن جتن کرتے ہیں۔ چناں چہ عرب ممالک کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ مخالفہ یعنی اصول راہ کی مخالفت کرنے والوں پر عائد جرمانے ہوا کرتے ہیں۔ یہ جرمانے اتنے سخت ہوتے ہیں کہ کوئی بھی مجرم جرم دوہرانے سے پہلے سو سو بار سوچنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اگر کسی گاڑی کی رفتار 140 فی گھنٹہ مقرر ہے تو اس حد کو کراس کرنے والے پر تین ہزار ریال کا جرمانہ ہے، کس بہادر کی ہمت ہوگی کہ 60 ہزار جیسی موٹی رقم بطور جرمانہ ادا کرے۔

اصولوں کی پامالی پر گہری نظر رکھنے کے لیے ہر شاہ راہ کے کنارے کنارے اور شہروں کے اندرونی حصوں میں جگہ جگہ نہایت قیمتی کیمرے نصب کیے گئے ہیں، جو کئی بار نظر بھی نہیں آتے لیکن جیسے ہی کسی خانہ خراب پر ان کی نظر ٹیڑھی ہوتی ہے، فوکس کے طور پر گاڑی پر ایک بجلی سی کوندتی ہے اور اسی کے ساتھ ڈرائیور کا دل، دل بسمل بن جاتا ہے۔ (جاری)

یادوں کے چراغ

یادِ دوست

آہ! نقادِ من شرر بے شرر مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرؔر مصباحی

محمد انور علی سہیل فریدی

مخلص برادرِ طریقت قاری راقم حسین فریدی صاحب نے فون پر دریافت کیا؛ کیا ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرؔر مصباحی صاحب کا انتقال ہو گیا؟ یہ جملہ سن کر ایسا محسوس ہوا کہ جیسے بجلی گر گئی ہو، احقر نے لاعلمی کا اظہار کیا، صحیح خبر معلوم کرنے کے لیے آپ کے بھانجے عبد الغنی عزیزی اور صاحب زادے منظر سعید عرف پپو سلمہٗ سے رابطہ کیا، دونوں نے خبر کی تصدیق کی؛ افسوس صد افسوس۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی

(ڈاکٹر اقبالؔ)

احقر کا موصوف سے قدیم تعلق تھا، ان کو حکیم صاحب کہہ کر مخاطب ہوتا تھا، کل کی بات ہے کہ جناب عبد الغنی صاحب عزیزی کے گھر مبارک پور سے گفتگو کی اور فرمایا لیجیے آپ اپنے دیرینہ معتقد عبد الغنی سے بات کر لیجیے، یہ آپ کا بہت ذکر کرتے ہیں، آپ کو پیچھے سے جانتے ہیں، آپ کے دادا حضرت قطبِ سہرسا اور والد حضرت مفتی صاحب بدایوں شریف سے اچھی طرح واقف ہیں، کئی بار مجھ سے کہہ چکے ہیں کہ حضرت کو مبارک پور لائیے، ہر بار حامی بھر دیتا ہوں، کیا خبر تھی کہ یہ آخری گفتگو ہوگی اور کہنا پڑے گا۔

شکیلؔ اک دَم کے رُک جانے سے رُک جاتی ہے دَم بھر میں
یہ چلتی پھرتی، ہنستی بولتی تصویر انساں کی

(شکیلؔ بدایونی)

بہر حال موت برحق ہے، سب کو اس کا مزہ چکھنا ہے، اس سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

یہ تو دن ہیں اللہ نے سب کے لیے باری (وقت مقرر) رکھی ہے، جس وقت باری آئے گی دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ. (سورہ آلِ عمران، آیت: 140، پ: 4)

اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھیں (کبھی کسی کی باری ہے کبھی کسی کی) اس وقت عمل کے لحاظ سے کوئی خوش ہوگا اور کوئی رنجیدہ ہوگا، مومنِ خوش عقیدہ خوش ہوگا۔

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسؔی
ہے شبِ گور بھی اس گل سے ملاقات کی رات

(مولانا عبد العلیم آسؔی غازی پوری)

یہ تمہیدی کلمات ہیں، اب ہم اس پری وش کا ذکر کرتے ہیں۔ حکیم صاحب قبلہ مرحوم سے دیرینہ تعلق تھا، وہ ہم پیالہ ہم نوالہ، ہم نفس، ہمراز اور ہم مشرب و مسلک تھے۔ ایسی یکسانیت کے کم لوگ ملتے ہیں۔ احقر 1977ء میں بدایوں شریف سے دہلی آیا اور پرانی دہلی کے پرانے علاقے چتلی قبر کے پاس پہاڑی بھوجلہ دہلی-6 پر سکونت اختیار کی، اس کو کچھ عرصے بعد فخرِ صحافت قاری محمد مظہری نے ماہ نامہ ”قاری“ کا آغاز کیا اور اس کا خصوصی نمبر ”قاریانِ چشت“ نکالا۔ یہ خصوصی نمبر قاری صاحب سے ملاقات کا سبب بنا۔ قاری صاحب کی رہائش مٹیا محل، جامع مسجد میں تھی، ملاقات کے دوران قاری صاحب نے فرمایا: مولانا! آپ کے تعارف کی ضرورت نہیں ہے، میں آپ سے اچھی طرح واقف ہوں۔ آپ مفتی صاحب کے صاحب زادے ہیں، مفتی صاحب کا میں معتقد ہوں اور میں ان کو اپنا مربی اور استاد مانتا ہوں، جب مفتی صاحب مسابقۂ قراءت کے جلسہ میں دہلی تشریف لائے تھے اس وقت جلسہ کی پہلی نشست کی صدارت حضرت نے کی تھی اور آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی تھی، اس جلسہ میں دہلی کے مشہور عالم مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی دہلوی بھی تھے، ضیاء الحق دہلوی، مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی، قاری محمد ادریس نقش بندی دہلوی، مولانا وجیہ الدین خاں قادری رام پوری طلبہ کے ساتھ موجود تھے، سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ مغرب کی نماز مفتی صاحب

پڑھائیں گے اور ہم سب ان کی اقتدا کریں گے۔ اس ملاقات میں حضرت نے مجھے تجوید کے کچھ نکتے بتائے۔ قاری محمد ادریس نقشبندی دہلوی اس قدر معتقد ہوئے کہ جب بھی حضرت والد صاحب دہلی تشریف لاتے برابر ملاقات کے لیے آتے، دیر تک صحبت میں رہتے، اس دوران کبھی پیر دبانے کی خدمت کرتے، قاری محمد ادریس نقشبندی تاحیات نئی دہلی جامع مسجد کے امام و خطیب رہے، نقش بندی اذکار کے پابند تھے۔ قاری محمد میاں مظہری نے چلتے وقت کہا: مولانا آپ مفتی صاحب کی نشانی ہیں، آپ نے دہلی میں رہائش اختیار کی ہے، آپ مضمون سے نوازتے رہیں۔ احقر نے کہا: ان شاء اللہ۔ جب تک ماہ نامہ قاری نکلتا رہا احقر مضامین دیتا رہا، اس ملاقات کے کچھ عرصہ بعد اتوار کے دن 11 بجے دوپہر میں قاری صاحب سے ملاقات کے دوران حکیم صاحب تشریف لائے۔ قاری صاحب نے تعارف کرایا، یہ ہماری پہلی ملاقات تھی اور بدایونی اور مبارک پوری کا پہلا سنگم تھا۔ دہلی میں حکیم صاحب کی آمد کچھ سال (شاید ایک دو سال) قبل ہوئی تھی، حکیم صاحب کی خواہش ہوئی کہ اس ملاقات کو سوکھا نہ رکھا جائے، کچھ تر کیا جائے اور کسی مناسب جگہ چائے نوشی کی جائے۔ احقر نے کچھ پس و پیش کی، قاری صاحب نے کہا مولانا اور حکیم صاحب نے کہا، فریدی صاحب چلیے کوئی بات نہیں۔ تاحیات دونوں حضرات اسی طرح مخاطب ہوتے رہے، اس کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا اور خوب ہوا اور تاحیات قائم رہا۔ کئی کئی گھنٹوں یہ سلسلہ قائم رہتا، یہ ملاقاتیں آپ کی رہائش گاہ پرنسپل کی کوٹھی، طبیہ کالج، قرول باغ، احقر کی رہائش گاہ تھامسن روڈ ریلوے کالونی، منٹو روڈ، نئی دہلی اور ریلوے اسپتال میں ہوتیں۔ احقر جس وقت دہلی آیا محسوس کیا کہ پرانی دلی والے بزرگوں کے معتقد ہیں، مگر اغیار نے ان کے عقیدے میں کچھ خرابیاں پیدا کر دی ہیں، اس طرف توجہ کرنی چاہیے، اس سلسلہ میں کرم فرمائے بندہ حضرت قاری محمد تسلیم صاحب حافظی صابری قادری سے گفتگو کی۔ اس علاقے میں ان کے مریدین اور شاگرد تھے۔ کئی جگہ گیارہویں شریف، بارہویں شریف، چھٹی شریف کی مبارک ماہانہ محافل مقرر کی گئیں، جس میں لنگر کا اہتمام کیا گیا۔ حکیم صاحب کو احقر خاص طریقے سے مدعو کرتا، آپ تشریف لاتے۔ اس زمانے میں پرانی دلی میں اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام کم پڑھا جاتا تھا، کوشش ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ اس عاشقِ رسول امامِ اہلِ سنت کا کلام پڑھا جائے، یہ کوشش کامیاب ہوئی، اس کے بعد مٹیا محل اردو مارکیٹ میں اہلِ سنت کے کتب خانے کھلنے شروع ہو گئے۔ دھیرے دھیرے یہ اصحاب رخصت ہو گئے اور محافل کا سلسلہ برائے نام رہ گیا۔

حکیم صاحب سے بہت سی یادیں وابستہ ہیں، گفتگو کے دوران بہت سی باتیں ہوتیں، اس میں نجی باتیں بھی شامل تھیں، کچھ نقد و تبصرہ بھی ہوتا۔ آپ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اور حضرت حافظِ ملت کا تذکرہ عقیدت اور محبت سے کرتے تھے۔ ایک بار شب کی ملاقات میں چائے نوشی کے درمیان فرمایا کہ 1971ء میں اشرفیہ ایک عظیم بحران سے دوچار ہوا۔ جماعت میں خلفشار ہوا، حافظِ ملت اس خلفشار اور بحران سے غم زدہ اور متفکر تھے۔ ایک دن میں پیر دبا رہا تھا، فرمایا: مولوی فضل الرحمٰن ہم نے مبارک پور سے جانے کا ارادہ کیا ہے، تلسی پور ضلع گونڈہ کے لوگوں کا اصرار ہے کہ آپ یہاں تشریف لے آئیں، انھوں نے مبلغ پانچ سو روپئے نذر بھی کیے ہیں۔ میں نے حافظِ ملت کے پیر پکڑ لیے اور عرض کیا: حضور! ایسا نہ کیجیے، نذرانے کی فکر نہ کیجیے۔ میں نے آپ کو نہ جانے پر راضی کر لیا اور اہلِ علاقہ سے اصرار کیا کہ وہ بھی حضرت سے عرض کریں کہ مبارک پور سے نہ جائیں۔ ان دنوں مدرسہ انوار العلوم تلسی پور میں والد حضرت مفتی شاہ محمد ابراہیم فریدی کے شاگرد، مرید و خلیفہ "معقولات دانش" کے مصنف شاعرِ خوش فکر استاذ العلما مولانا حکیم دانش علی فریدی صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے۔ تلسی پور میں ان کا مطب "قرآنی شفا خانہ" مشہور تھا۔ مولانا موصوف مفتی اعظم کان پور مولانا رفاقت حسین صاحب اشرفی کے اصرار پر مدرسہ احسن المدارس قدیم نئی سڑک کانپور میں بحیثیت صدر مدرس و شیخ الحدیث آ گئے۔ مفتی صاحب کے انتقال کے بعد مفتی اعظم کانپور ہوئے۔

حکیم صاحب کی کوشش کامیاب ہوئی اور 1971ء میں دار العلوم اشرفیہ کی جنرل باڈی کی ایک اہم میٹنگ میں حافظِ ملت کو کل اختیارات دے دیے گئے اور اشرفیہ دار العلوم سے الجامعۃ الاشرفیہ ہو گیا اور حافظِ ملت اس کے شیخ الجامعہ، اور اس کا قد بہت بڑھ گیا۔ حافظ عبد الرؤف بلیاوی "حافظ جی" نے اشرفیہ کا دستور ترتیب دیا۔ ازہار الاشرفیہ کے عشرۂ کاملہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی "حافظ جی"، قاری محمد یحییٰ، مولانا محمد شفیع مبارک پوری، مولانا عبد المنان، حاجی عبد الستار، محمد سراج گرہست، حاجی محمد حسین، محمد ابراہیم، محمد نظام الدین، ڈاکٹر فضل

الرحمٰن شؔرر مصباحی نے اس پر دستخط کیے اور حضرت حافظ ملت نے اس پر منظوری کی مہر ثبت کی۔ اس کا ہلکا سا اشارہ حکیم صاحب نے اپنی کتاب "غمزۂ چشم ہمزہ" کے ص:41 اور ص:43 پر کیا ہے۔ اشرفیہ کے جن دس حضرات کے مسودے پر دستخط ہیں، ان میں تین حضرات سے احقر کو مصافحہ کا شرف حاصل ہے: (1) حافظ عبد الرؤف بلیاوی (2) مولانا محمد شفیع قریشی مبارک پوری (3) قاری محمد یحیٰی (4)ڈاکٹر شؔرر مصباحی۔

اول الذکر تین حضرات سے 1966ء میں عرس رضوی بریلی شریف میں ملاقات ہوئی تھی، عرس کی نظامت کے فرائض مولانا نسیم مصباحی نے انجام دیے تھے۔حضرت مولانا محمد شفیع قریشی گرم موسم سے پریشان تھے، مبارک پور سے گول پنکھا ساتھ لائے تھے، اسے جھلتے رہتے تھے۔ مولانا موصوف نے فرمایا صاحب زادے میں آپ کے والد کا شاگرد ہوں، میں نے منظرِ اسلام بریلی شریف میں حضرت سے پڑھا ہے۔ڈاکٹر شؔرر مصباحی اس کی آخری کڑی تھے،وہ بھی نہ رہے۔

حضرت حافظِ ملت سے ظاہری ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوا، عالم رویا میں ملاقات ضرور ہوئی، واقعہ اس طرح ہے کہ جب حافظِ ملت کا وصال ہوا، احقر کے دل میں خیال آیا کہ دیکھا جائے کہ انتقال کے بعد آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا اور آپ کس حال میں ہیں؟ اس سلسلے میں توجہ کی، خواب میں دیکھا کہ حضرت حافظ ملت سفید لباس یعنی سفید کرتا پائجامہ/شلوار اور سفید کپڑے کی گول ٹوپی جس کپڑے کا کرتا پائجامہ ہے، اسی کپڑے کی ٹوپی پہنے ہوئے ایک قدیم قلعہ نما دروازہ جیسا کہ دہلی میں ترکمان دروازہ ہے، پر نماز میں مشغول ہیں اور التحیات پڑھ رہے ہیں۔ احقر نے اس سے یہ معنٰی لیے کہ آپ کو انتقال کے بعد عابدین کی جماعت میں شامل کیا گیا ہے۔ والد حضرت مفتی شاہ محمد ابراہیم فریدی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم منظرِ اسلام بریلی شریف میں 1350ھ میں دورہ کر رہے تھے اور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت بدر طریقت مولانا عبد العزیز خاں محدث بجنوری سے حدیث پڑھا کرتے تھے، اس زمانے میں مولانا امجد علی صاحب چند طلبہ جس میں مولانا سید آل مصطفیٰ مارہروی، مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی، مولانا حبیب الرحمٰن دھام پوری، مولانا رفاقت حسین مظفر پوری اشرفی، مولانا حافظ عبد العزیز بھوج پوری تھے، مولانا سید معین الدین اجمیری سے معراج میں یکسانیت نہ ہونے کے سبب مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کو خیرباد کہہ کر بریلی آئے۔ آپ کی آمد کی اطلاع بذریعہ تار آئی۔ ہم لوگ (طلبۂ منظر الاسلام) چھوٹے مولانا (حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان قادری نوری) کے ہمراہ استقبال کے لیے بریلی اسٹیشن گئے۔ جب مولانا مظفر حسن ظفر ادیبی مبارک پوری تقریر کے سلسلے میں بدایوں شریف تشریف لاتے اور والد حضرت کی ان سے ملاقات ہوتی حافظ صاحب کی خیریت دریافت کرتے اور کہتے حافظ صاحب سے سلام کہیے گا۔ والد حضرت کو فراغت (1351ھ) کے بعد حضرت حجۃ الاسلام نے مدرسہ منظرِ اسلام میں مدرس رکھ لیا تھا، جہاں آپ نے تین سال تدریسی خدمات انجام دیں۔اس کے بعد مفتیِ اعظم حیدر آبادی، مولانا شاہ عبد القدیر قادری بدایونی کے اصرار پر مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف آ گئے۔

شؔرر مصباحی کی دونوں کمیٹیوں مجلس انتظامیہ اور مجلسِ شوریٰ کے اہم اور فعال رکن تھے۔ ادبی اعتبار سے اشرفیہ "باغِ فردوس" کے گلِ سرسبد تھے، جس نے آب و تاب کے ساتھ اشرفیہ کے چمن میں باادب ادب کے میدان میں قدم رکھا حافظِ ملت نے آپ کی ہمت افزائی کی اور فرط محبت میں "ولد العزیز" لکھا۔ "ولد العزیز" ذو معنٰی ہے، دونوں بامعنٰی ہیں۔ میری معلومات میں حافظ ملت نے اپنے تلامذہ میں آپ ہی کو "ولد العزیز" لکھا ہے، یہ بھی ایک اعزاز ہے۔ مولانا نیاز فتح پوری نے آپ کو "زینتِ اشرفیہ" لکھا ہے۔ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"مولوی محمد فضل الرحمٰن شؔرر مصباحی دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کے ان مخصوص طلبہ میں ہیں جو صحیح معنوں میں علمی درس گاہ کی زینت کہے جاسکتے ہیں۔ ان کے (حضرت حسان بن ثابت) کلام کی شرح و تفسیر آسان کام نہیں ہے، لیکن عزیزی شؔرر نے اس خدمت کو جس خوبی سے انجام دیا ہے وہ یقیناً تبریک و تہنیت سے بے نیاز ہے۔

(نیاز فتح پوری۔ غمزۂ چشم ہمزہ، ص:119)

ذہانت و فطانت کا یہ عالم تھا کہ تعلیم کے زمانے میں آپ نے اشرفیہ میں تین سال 62-61-1960ء میں بحیثیت معین المدرسین، کام کیا۔

آہ گلچینِ ازل سے کیسی نادانی ہوئی
پھول وہ توڑا کہ گلشن بھر میں ویرانی ہوئی

اس شعر کو فقہی نظر سے نہ دیکھا جائے بلکہ "غم زدہ کے غم کا احساس" کی نظر سے دیکھا جائے۔ حکیم صاحب کا خط پاکیزہ اور پختہ تھا، عربی و اردو رسم الخط (نسخ و نستعلیق) دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہو جاتی تھی، اس

کے چند نمونے "غمزۂ چشم ہمزہ" کے ص:130-135 پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ پیر جی عبد الواحد دہلوی تشریف لائے وہ ہمارے اور حکیم صاحب دونوں کے "ہم پیالہ ہم نوالہ تھے" نے فرمایا کہ میں حکیم صاحب کے پاس سے آرہا ہوں، وہ بائیں ہاتھ سے لکھنے کی مشق کر رہے تھے۔ تین دن بعد حکیم صاحب ملاقات اور خون کی جانچ کے لیے تشریف لائے، احقر نے اس بات کا ذکر کیا، مسکرائے اور فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ اعلیٰ حضرت دونوں ہاتھ سے لکھتے تھے، میں خالی بیٹھا تھا، خیال کیا کہ بائیں ہاتھ سے لکھ کر دیکھا جائے، حکیم صاحب نے عربی رسم الخط میں بائیں ہاتھ سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی۔ خط اس قدر عمدہ اور سدھا ہوا تھا کہ محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ بائیں ہاتھ سے لکھا ہے۔ حدیث میں ہے: "اُذْکُرُوْ مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ"۔

حکیم صاحب نقاد تھے، مزاج بھی ناقدانہ اور تخلص بھی خطر ناک شَرَر تھا مگر مزاج ایسا نہیں تھا جس سے دل آزاری ہو اور تکلیف پہنچے۔ احقر نے آپ کے تخلص کے ساتھ بے شرر (فضل الرحمٰن مصباحی شَرَر بے شرر) لکھا ہے۔ شَرَر کا ایک معنیٰ آگ کی چنگاری کے اور دوسرا معنیٰ کینہ کے ہیں (فیروز اللغات) آپ کا دل صاف تھا، آپ نے آگ کی چنگاری سے خاکستری کا کام نہیں کیا بلکہ اس کی روشنی سے صحیح راستے کی نشان دہی کی۔ آپ شادؔ عظیم آبادی کے اس شعر کی مصداق تھے۔

کدورت سے دل اپنا صاف رکھو شادؔ پیری میں
کہ جس کو منہ دکھانا ہے یہ آئینہ اسی کا ہے

والد حضرت فرمایا کرتے تھے کہ تنقید کا مطلب صحیح بات سے آگاہ کرنا اور آئینہ دکھانا ہے، تنقید سے کسی کی دل آزاری کرنا اور نقائص کو بیان کرنا نہیں ہے۔ ایک اچھے اور اعلیٰ ظرف نقاد کی پہچان یہ ہے کہ دیانت داری کے ساتھ اچھے انداز میں ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے صحیح بات پیش کرے۔ حکیم صاحب کا برسوں کا ساتھ (42 سال) اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ آپ نے تنقید سے کسی کی دل آزاری نہیں کی بلکہ حقیقت کا اظہار کیا۔ زبان اور بیان میں مرتبے کا لحاظ رکھا اور شگفتہ تحریر میں مراسلت کی۔ غمزۂ چشم ہمزہ اس کا ثبوت ہے۔

ڈاکٹر شَرَر مصباحی صاحب کے مشہور ادیب اور شاعر پروفیسر عنوان چشتی صدر شعبۂ اردو و ڈین فیکلٹی آف آرٹس جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے اچھے مراسم تھے، دونوں ادب شناس اور ایک دوسرے کے مداح تھے، ڈاکٹر شَرَر صاحب ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"آپ کا مرسلہ مکتوب 15 اکتوبر 1986ء کو ملا، آپ نے "تعارف" کو بہت دلچسپ قرار دیا ہے۔ یہ آپ کی اصاغر نوازی کی ایک مثال ہے۔ حضرتِ والا! میں زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں، کتابوں کی ورق گردانی میں وقت بہت گزرا لیکن میرے حصہ میں جوہرِ علم کم آیا۔ عروض و قوافی اور شاعری کے فن کے متعلق میری معلومات بہت محدود ہیں، آپ جیسے صاحبِ فن کے سامنے میرے علم کا وجود گویا عدم کے برابر ہے، اتنا ضرور ہے کہ میں مَن قالَ سے زیادہ ما قالَ پر یقین رکھتا ہوں۔" (غمزۂ چشم ہمزہ، ص97)

جس دل چسپ تعارف کا ذکر کیا گیا ہے اس کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔

سرمستِ پیالۂ خودی ہوں — آگاہِ رموزِ بندگی ہوں
دیوانۂ حسنِ آگہی ہوں — بیگانۂ عیشِ زندگی ہوں
خلقت میں ہوں شاہکارِ قدرت — بندہ ہوں خدا کا، آدمی ہوں
ہیں میرے امام ابو حنیفہ — شیخین کا بھی میں مقتدی ہوں
غوثِ اعظم ہیں میرے مرشد — حمدًا للہ قادری ہوں
اتنا ہے فقط مرا تعارف — سنی حنفی محمدی ہوں
کہتا ہے شَرَر جسے زمانہ
میں بندۂ ہیچکس وہی ہوں

(غمزۂ چشم ہمزہ، ص:96)

کتاب میں یہ تعارف ڈاکٹر شَرَر صاحب کے خط تحریر (عکسی) میں ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی عاجزانہ اور انکسارانہ تحریر اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کا علم وسیع تھا، خاموش طبیعت تھے، دکھاوا نہیں تھا۔

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت
جس میں جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

ضرورت کے وقت خاموشی ٹوٹتی اور زبان و قلم اپنے جوہر دکھاتے۔ حیدر آباد کے مشہور رباعی گو شاعر سید امجد علی امجدؔ حیدر آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔

اللہ جسے رتبہ سوا دیتا ہے
وہ دل میں فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتے ہیں تہی مغز ثنا آپ اپنی
جو ظرف کہ خالی ہے، صدا دیتا ہے

(جاری)

عالمِ عرب میں عظمتِ خواتین کی پامالی

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

اگست 2022ء کا عنوان — ہندوستانی مسلمانوں کی حالتِ زار اور اس کا تدارک
ستمبر 2022ء کا عنوان — افکارِ رضا کی عصری معنویت

"چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی"

از: مہتاب پیامی

اسلام نے عورت کو حجاب میں رکھ کر اس کے نسوانی وقار کو جس بلندی تک پہنچایا تھا، سعودی عرب کے حکومتی ادارے اپنے نام نہاد ترقی پسند قانون کے ذریعہ مسلسل اس کو پامال کرنے میں مصروف ہیں۔ اگست 2021 میں سعودی عرب کے پیور بیچ ساحل کا افتتاح ہوا تو نیلگوں پانی اور سفید ریت کے اس ساحل پر لوگ بغیر کسی روک ٹوک کے انسانی اور اسلامی بندھنوں سے آزاد ہو کر اپنے من چاہے طریقوں سے لطف اندوز ہونے لگے۔ پیور بیچ کے علاوہ سعودی عرب کے اقتصادی لحاظ سے اہم ساحلی شہر "ملک عبداللہ" میں بھی خواتین کو بکنی پہن کر گھومنے، حقہ پینے اور اپنے ساتھ گھریلو جانور رکھنے کی اجازت دی جا چکی ہے۔ اس طرح کنزرویٹیو ملک کے نام سے پہچانا جانے والا ملک سعودی عرب اب آزادی کے نام پر عریانیت اور برہنگی پسندوں کے لیے ایک نیا اور انوکھا البتہ افسوسناک تجربہ پیش کر رہا ہے۔

فرانس پریس کے مطابق، پیور و بیچ ساحل کے ذمہ دار افراد کا ساحل پر آنے والے مرد و زن درمیان قانونی یا غیر قانونی تعلقات سے کوئی لینا دینا نہیں ہے اور اس علاقے میں ساتھ رہنے والوں کو کا آپس میں شرعی لحاظ سے محرم ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ حقوق اللہ کو پامال کرنے والے اس ساحل پر حقوقِ انسانی اور ان کی پرائیویسی کو یقینی بنانے کے مقصد سے وہاں جانے والوں سے ان کے موبائل فون رکھوا لیے جاتے ہیں تاکہ کہیں کوئی سیاح اپنی پرائیویسی کو خطرہ میں پڑتا دیکھ کر آزردہ خاطر نہ ہو جائے۔

ایک سعودی خاتون نے مڈل ایسٹ نیوز کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ "اسے اس بات پر خوشی ہے کہ وہ ساحل پر جا کر اپنے من چاہے طریقے سے وہاں کی سہولتوں سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔" خاتون کی اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ بے حیائی کا یہ زہر بہت تیزی سے سماج کی رگوں میں پھیل رہا ہے اور اگر حکومتی اداروں کی یہی روش رہی تو وہ دن دور نہیں جب پورا معاشرہ زہر آلود ہو جائے گا۔

سعودی عرب نے 27 ستمبر 2019 کو پہلی بار سبھی غیر ملکی سیاحوں کے لیے سیاحت کا ویزا دینے کی سہولت مہیا کرائی اور ساتھ ہی غیر ملکی خاتون کے لیے چادر یا برقع پہننے کی شرط بھی ہٹا دی۔ قابل ذکر ہے کہ آل سعود حکومت نے خدمتِ حرمین شریفین کے اپنے فخریہ

شرف کو نظر انداز کرتے ہوئے "وژن-2030" منصوبے کے تحت غیر شرعی، متنازعہ اور اسلام کے بدیہی قوانین سے متصادم اقدامات کا سلسلہ کافی تیز کر دیا ہے جس کا ہدف سیاحت کو فروغ دینا ہے۔ سیاحت کو فروغ دینے کی یہ کوشش اصل میں حکمراں طبقہ کے دل و دماغ میں بسے ہوئے معاشی خوف کی وجہ سے ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ آج عرب ممالک میں تیل کی بر آمد سے جو معاشی خوش حالی ہے وہ دیر پا نہیں ہے۔ زمین کے اندر موجود یہ قدرتی وسیلہ ہمیشہ کے لیے دستیاب نہیں ہے، تیل کبھی نہ کبھی ختم ہو جائے گا، آج جس اعتبار سے معدنیاتی تیل کی کھپت پوری دنیا میں ہے، اس سے لگتا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب سارے مشرق وسطیٰ کی زمین تیل سے خالی ہو کر کھوکھلی ہو چکی ہوگی۔ حکومتیں بھی اس بات سے بخوبی واقف ہیں، یہی وجہ ہے کہ معدنیاتی تیل کے ذخائر ختم ہونے سے پہلے پہلے وہ ایسے انتظامات میں مصروف ہیں جو انھیں معاشی تنزلی کا شکار ہونے سے بچائے۔ مگر معاشی زوال کے تدارک کے لیے دینِ اسلام کی تعلیمات کے خلاف جو طریقے وہاں کی حکومتیں اپنا رہی ہیں، وہ بھی انھیں بالآخر تباہی کی طرف ہی لے جائیں گے۔

ابھی حال ہی میں سعودی دارالحکومت ریاض میں بے حیائی کو فروغ دیتے ہوئے خواتین کے عبایا فیشن شو کا انعقاد کیا گیا جس میں سعودی روایتی عبایا کے ساتھ ساتھ ماڈرن ڈیزائن کے عبایا کو بھی ریمپ پر پیش کیا گیا۔ جس کو دیکھنے کے لیے سعودی خواتین کے علاوہ دیگر ممالک کی خواتین نے بھی شرکت کی۔ اس فیشن شو میں سعودی مردوں نے بھی خاصی دلچسپی دکھائی اور قابل توجہ تعداد میں حاضر ہوئے، یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ مردوں اور عورتوں کی نشستوں کا جداگانہ انتظام نہیں تھا۔ مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی سعودی اور دیگر ممالک کی خواتین نے ماڈرن اور دیدہ زیب عبایا پہن کر ریمپ پر ماڈل کی طرح کیٹ واک کیا، ان میں زیادہ تر ملبوسات جسمانی خدوخال کی ترجمانی کرتے ہوئے نظر آئے۔

اسی درمیان اسلامی معاشرے کو بگاڑنے والا ایک اور سیاہ کارنامہ سعودی عرب کے حکمرانوں نے انجام دیا اور نجی تھیٹروں اور سنیما ہالوں پر لگی ہوئی پابندیاں ہٹالیں۔ سب سے پہلے ایک نجی تھیٹر میں ہالی ووڈ کی مشہور فلم 'بلیک پینتھر' کی نمائش کی گئی۔ یہ نمائش دارالحکومت ریاض کے ایک کنسرٹ ہال میں ہوئی جسے سنیما کمپلیکس میں تبدیل کر دیا گیا تھا فلم بینوں میں خواتین اور مرد حضرات شامل تھے۔ فلم کی نمائش سے قبل، سعودی وزیر ثقافت اور اطلاعات نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ "یہ ایک تاریخ ساز لمحہ ہے جب سعودی عرب میں تبدیلی آ رہی ہے اور ملک متحرک معیشت اور معاشرے کی جانب گامزن ہے"۔

سعودی عرب کے بہت سے دینی رہنماؤں نے حکومت کی ان اسلام مخالف پالیسیوں کے خلاف بیانات دیے اور فلم بینی کو کارِ گناہ قرار دیا جس کی پاداش میں زیادہ تر کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا گیا، بعض کے تو سر بھی قلم کر دیے گئے۔

سعودی حکومت کے مطابق 2030ء تک ملک بھر میں 300 سنیما گھر تعمیر ہوں گے اور 2000 اسکرینیں کھڑی کی جائیں گی۔ جن میں عوامی کنسرٹس بھی شامل ہیں۔ ساتھ ہی حکومت نے خواتین کو ڈرائیونگ کی اجازت بھی دی ہے تاکہ وہ مختلف تقریبات میں آزادانہ شرکت کر سکیں۔

سعودی عرب میں بھارتی اداکار سلمان خان اور جسٹن بیبر کے پرفارمنس پروگرام کے حوالے سے بی بی سی اور دیگر عالمی میڈیا نے، دنیا بھر کے مسلمانوں کو طعنے دیتے ہوئے کہا کہ سعودی عرب جسے ایک قدامت پسند ملک تصور کیا جاتا رہا ہے، اب تیزی سے تبدیل ہو رہا ہے اور اس کی واضح مثال بالی وڈ اسٹار سلمان خان اور بین الاقوامی معروف گلوکار جسٹن بیبر کے کنسرٹ ہیں۔ اداکار سلمان خان سعودی ولی عہد محمد بن سلمان کی دعوت پر سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں پرفارم کرنے پہنچے تھے۔ ان کے اس دورے کو "دبنگ ٹور" کا نام دیا گیا ہے۔ سلمان خان کے ساتھ فلم اسٹار شلپا شیٹی، جیکولین فرنانڈس اور دیگر فنکار بھی تھے۔ سعودی حکومت نے پہلی مرتبہ اس بڑے پیمانے پر بالی وڈ ایونٹ کا انعقاد 'روشن خیال' سعودی عرب کے تحت کیا تھا۔ اس میگا ایونٹ میں اطلاعات کے مطابق 80 ہزار افراد نے شرکت کی اور سلمان خان نے اس کنسرٹ میں بے حیائی اور نیم عریانیت کے ساتھ انٹری دے کر سعودی عرب میں اپنی بے حیائی کی پرفارمنس کا جادو جگایا۔ اس سے قبل معروف بین الاقوامی گلوکار جسٹن

بیبر نے بھی ریاض میں ایک کنسرٹ کیا تھا جس میں تقریباً 70 ہزار افراد نے شرکت کی تھی۔ سلمان خان کے ریاض میں کنسرٹ سے قبل انہیں اعزاز دینے کے لیے ان کے ہاتھوں کا نقش بھی لیا گیا جو ریاض کی مصروف ترین شاہراہ پر نصب کیا جائے گا۔ سعودی عرب اب بالی وڈ اور ہالی وڈ اسٹارز کے ایونٹ منعقد کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ وہ روشن خیالی کی جانب بڑھ رہا ہے، جب کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ جہالت کی طرف سرگرمِ سفر ہے۔

سعودی عرب دنیا میں سب سے زیادہ تیل برآمد کرنے والا ملک ہے۔ تاہم گزشتہ کچھ سال سے سعودی حکمرانوں کی کوشش ہے کہ وہ اپنی تجارت اور معیشت کا انحصار تیل کے علاوہ دیگر ذرائع پر کام کیا جائے۔ ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان کا ارادہ ہے کہ ان کے 'وژن 2030' کے تحت آئندہ آٹھ برسوں میں سعودی عرب کو معاشی اور تجارتی مرکز بنا دیا جائے لیکن اس ترقی کے لیے بے حیائی کے راستے کا انتخاب کیا گیا ہے اور معاشی بلندی کی حصول یابی کے لیے خواتین کے عزت و وقار کو زینے کی طرح استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس صورت حال کے بارے میں سعودی حکمرانوں سے جن علمائے کرام نے اختلاف کیا اس کو حرام قرار دیا ہے ان میں بیش تر کی گردنیں سعودی حکمرانوں نے مار دی ہیں اور آئندہ بھی کوئی ایسا کرے گا اُس کے ساتھ ایسا ہی ہوگا۔

یہ سلسلہ 2019 سے شروع ہوا، قبل ازیں سعودی عرب نے ملکی تاریخ کی پہلی فار مولا ون کار ریسنگ کے ایونٹ کا انعقاد کیا گیا تھا۔ لاک ڈاؤن کے دنوں میں جب کہ سعودی عرب میں حرم خالی، حج تقریباً معطل، مقامات مقدسہ جانے پر 10 ہزار ریال جرمانہ اور عمرہ بھی بند، ہر نمازی کو ایک ایک ایپ جس کی مدد سے وہ مسجدِ نبوی میں صرف دو وقت کی نماز ادا کر سکیں اور اگر کہیں چھپ چھپا کر مسجدِ نبوی میں پہنچ بھی گئے تو اس "جرم" کی سزا سے خلاصی کے لیے 10 ہزار ریال کی ادائیگی۔

اس کے برعکس سینما ہال فل، فلم فیسٹیول جاری، نئے سینما ہالوں کا افتتاح، ان سب بیہودگیوں پر کوئی قدغن نہیں۔ سعودی میٹا سینما (META) کے مطابق 40 ہفتوں میں 73 ملین ڈالر کے سینما ٹکٹس فروخت ہونے کا ریکارڈ قائم ہوا۔ 2020ء میں پوری دنیا کی فلمی صنعت زبوں حالی کا شکار رہی لیکن سرزمینِ وحی اور حجاز مقدس میں اسے عروج حاصل رہا۔ جدہ میں پندرہ دن کے وقفے سے دو بڑے میوزیکل کنسرٹ ہوئے جن میں سعودی مرد و خواتین بغیر کسی قسم کے ناچ گانے کے مخلوط پروگرام میں شریک رہے۔

آج مغربی ممالک کو خوش کرنے کے لیے محمد بن سلمان نے حجاز مقدس کے تقدس کی پامالی کا جو بیڑہ اٹھایا ہے وہ قابلِ مذمت ہے۔ جوئے خانے، سینما ہال، مرد و عورت کی رقص و سرور کی مجلسیں اور مغربی انداز میں مردوں، عورتوں کا ایک دوسرے کے گلے میں جھولنا، تعلیمی اداروں میں بغیر عبایا اور حجاب کے ملازمت، ہوٹلوں، مالز اور دوکانوں میں بغیر حجاب ان کی معاشی سرگرمیاں، غرض آج ایسے بہت سارے کام وہاں ہو رہے ہیں جن سے عظمتِ خواتین پامال ہو رہی ہے۔

اور تو اور حالیہ دنوں میں ایک ایسی خبر بھی سامنے آئی ہے جس نے کلیجہ خون کر دیا ہے۔ سنا ہے کہ مسجد حرام میں بڑی تعداد میں ایسی عورتوں کی بحالی کی گئی ہے جو بے نقاب رہ کر معتمرین اور حجاج کی خدمت کریں گی۔ مدینۃ الرسول میں دس سینما ہال کھولے جانے کا اعلان بھی سامنے آیا ہے۔ اللہ رحم فرمائے، وہ شہر جس کی مٹی کو اہلِ ایمان خاک شفا سمجھتے ہیں، جہاں کی ہواؤں میں آج بھی سرورِ دوعالم ﷺ کے جسم اطہر کی خوشبو محسوس ہوتی ہے، جہاں کی زمین پر امام مالک جوتے پہن کر نہیں چلا کرتے تھے کہ نہ معلوم کہاں ہمارے سرکار کے پائے مبارک پڑے ہوں گے، اس مقدس زمین پر سینما ہال بنانے کا منصوبہ دل و دماغ کو بے چین کیے دیتا ہے، آج تو "چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی" کا ورد کرنے کو جی چاہتا ہے۔

ان حیا سوزیوں کا انجام کیا ہوگا، اللہ بہتر جانتا ہے، البتہ بین الاقوامی شناخت رکھنے والے علمائے کرام اور دیگر بااثر مسلم شخصیات سے ہماری گزارش ہے کہ سعودی عرب کے ان حیا سوز اقدام پر ردِ عمل اور احتجاج کریں، نیز اسلامی تعلیمات کو حتی الوسع سماج کے ہر فرد تک پہنچانے کی کوشش کریں اور ساتھ ہی یہ دعا بھی فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان مضر وباؤں اور بلاؤں سے تاحیات محفوظ و مامون فرمائے۔ آمین۔ ❋❋❋

شامتِ اعمال کی مشاہداتی تصویریں

از: یرید احمد نعمانی

کیا کبھی آپ کسی معروف ڈپارٹمینٹل اسٹور گئے ہیں؟ پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ اپنی اشیاضرورت کی خریداری میں مصروف ہوں، ایسے میں کسی "بنت حوا" کی آواز سوچ وفکر کا دائرہ اپنی طرف مبذول کراتی ہے۔متعلقہ کمپنی کی مصنوعات کی خوبیوں، فوائد اور ثمرات کی تسبیح میں گنواتی زبان لمحہ بھر کے لیے آپ کو ذہنی وقلبی تذبذب سے دوچار کردیتی ہے۔کشش صوت سے لے کر ہیئت لباس تک کا "وصف اور ڈھنگ" ابلیسی تیر بن کر آپ کی ایمانی و روحانی نظر وفکر کے قالب کو زخمی کرتا نظر آئے گا۔

قارئین! یہ رونا اور یہ دکھڑا کسی خاص مقام، مکان اور جگہ کا نہیں ہے۔شامت اعمال کی یہ مشاہداتی تصویریں مسلم معاشرے میں ہر نشیب وفراز اور قدم قدم پر دیکھنے کو ملتی ہیں۔ جاہلیت قدیمہ اور جاہلیت جدیدہ صنف نازک کی تذلیل، تحقیر اور عدم توقیر کے حوالہ سے سرموکوئی فرق وامتیاز نہیں رکھتیں۔حوا کی بیٹی ماضی قدیم میں یونانیوں کے ہاں برائیوں کا منبع، عرب کے ہاں ذلت ورسوائی کی علامت اور اہل کلیسا کے ہاں لونڈیوں سے بدتر حیثیت کی حامل گردانی جاتی تھی۔ حد تو یہ ہے کہ نصرانیت باوجود ایک مذہب سماوی کا دعویدار ہونے کے تحریف وتبدل کی رنگ آمیزی سے اس قدر کھوکھلا ہوچکا تھا کہ، عورتوں کے لیے کلام مقدس کو چھونا اور گرجے میں داخلہ تک ممنوع قرار دیا جاچکا تھا۔ اس کے برخلاف اسلام نے ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی صورت میں عورت کے حقوق بیان اور بحال کیے۔پیغمبر اسلام ﷺ کی مبارک تعلیمات تو صنف اناث کو "آبگینوں" کی مانند نازک بتلاتی اور ان کی حفاظت کا حکم دیتی ہیں۔

فی زمانہ حقوق نسواں کی بحالی اور تحفظ کے نام پر ٹڈی دل مغرب زدہ این جی اوز کا وجود نامسعود مسلمان خواتین کو دین سے برگشتۂ خاطر کرنے کے لیے کیا کیا طریقے اور حربے اپنا رہا ہے؟ آیئے! ایک اچٹتی نظر اس کھلی حقیقت پر ڈالتے ہیں:

(1) معاشرے کے مستحکم اور فیصلہ کن اہمیت وحیثیت رکھنے والے افراد کار سے ربط وضبط بڑھانا تاکہ راستے کی رکاوٹوں کو دور کیا جاسکے۔

(2) اشتہارات کی تشہیر اور لٹریچر کی اشاعت کے ذریعہ رائے عامہ کی ہمواری۔

(3) باقاعدہ اور منظم طریقہ کار کے تحت عدالتوں میں "عورتوں کے لیے جنسی فیصلوں کی آزادی" کے عنوان سے من پسند شادی کرنے والے جوڑوں کے مقدمات عدالت میں ہیں تاکہ بین الاقوامی سطح پر اس طرز عمل کی زیادہ سے زیادہ پذیرائی ہوسکے۔

(4) جنسی بے راہ روی کو ہوا دینے کے لیے مخلوط تعلیمی اداروں کے قیام کی بھرپور حوصلہ افزائی۔

(5) دفاتر، فیکٹریوں اور کارخانوں میں مرد وعورت کے اختلاطی ماحول کی نشوونما۔ نوبت بایں جارسید کہ بعض مسلم ممالک میں مخلوط ماحول پیدا کرنے کے لیے ایجوکیشن، انجینئرنگ، اکاؤنٹس اور دیگر دفتری امور کے لیے خواتین کیڈٹس کی بھرتی جاری وساری ہے۔

(6) ذرائع ابلاغ کے ذریعہ مخلوط محفلوں کی خبریں، کہانیاں اور رپورتاژ منظر عام پر لائی جارہی ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا سے پیش کیے جانے والے پروگراموں میں جنسی آزادی اور خاندانی منصوبہ بندی کے مقاصد کو خصوصی طور پر اجاگر اور نمایاں کیا جارہا ہے۔

اس صورت حال پر حفیظ جالندھری نے خوب کہا ہے۔

اب مسلماں میں بھی نکلے ہیں کچھ روشن خیال
جن کی نظروں میں حجابِ صنف نازک ہے وبال
چاہتے ہیں بیٹیوں، بہنوں کو عریاں دیکھنا
محفلیں آباد لیکن گھر کو ویراں دیکھنا

یہ بات اب طشت از بام ہوچکی ہے کہ ان این جی اوز کے پشت پناہ اقوام متحدہ، امریکہ اور صہیونی گماشتے ہیں، جن کا مطمح نظر اور مقصد حیات ہی اسلام کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا ہے۔

تسلیم کہ "معاش" بعض مخصوص حالات وکیفیات میں کچھ خواتین کی اقتصادی مجبوری ہے۔ لیکن اس کے لیے حدود شرع کو پامال کرنا، اسلامی تعلیمات کا سرعام "عملی استہزا" کرنا اور مشرقی روایات واقدار کو پس پشت ڈالنا کہاں کی دانشمندی، روشن خیالی اور تہذیب یافتہ ہونے کی

علامت ونشانی ہے؟ اسلام دین فطرت ہے۔ اس کی روشن، واضح اور غیر مبہم تعلیمات ہر دور و زمانہ میں چھوٹے سے لے کر بڑے تک، عورت سے لے کر مرد تک، بچہ سے لے کر بوڑھے تک، جاہل سے لے کر عالم تک، فقیر سے لے کر غنی تک غرض ہر ایک کے لیے یکساں قابل قبول و عمل تھیں، ہیں اور رہیں گی۔ کمی اور نقص انسان کی کمزوری اور خامی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے مسلمان خواتین اپنی متاع عفت وایمان کی حفاظت، اہمیت اور ضرورت کو اسلام کی آفاقی تعلیمات کی روشنی میں جاننے، سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی سعی بلیغ کریں۔

سردست صاحب ایمان خاتون کا لباس اسلام کی نگاہ میں کیا اہمیت وحیثیت رکھتا ہے؟ اس سوال کا جواب "دین مبین" کی تعلیم کردہ ہدایات کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

"اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر رحم فرمائے جنھوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں (مکہ سے مدینہ) ہجرت کی۔ جب اللہ پاک نے "وليضربن بخمرهنّ على جيوبهنّ" کا حکم نازل فرمایا تو انھوں نے اپنی موٹی چادروں کو کاٹ کر دوپٹے بنالیے۔"

مفسرین لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں مشرک عورتیں سر پر دوپٹہ کر کے بقیہ حصہ کمر پر ڈال دیا کرتی تھیں۔ اس کے برعکس مسلمان عورتوں کو حکم ہوا کہ سر سمیت سینہ اور گلے پر بھی دوپٹہ ڈالیں۔ یہ حکم سن کر صحابیات نے موٹی چادروں کو کاٹ کر اپنے دوپٹے بنالیے، کیوں کہ باریک کپڑے سے سر اور بدن کا پردہ نہ ہوسکتا تھا۔ آج کل کی عورتیں سر چھپانے کو عیب سمجھتی ہیں اور ڈوپٹہ اوڑھتی بھی ہیں تو اس قدر باریک ہوتا ہے کہ سر کے بال اور مواقع حسن و جمال اس سے پوشیدہ نہیں ہوتے، دوسرے اس قسم کا ڈوپٹہ بناتی ہیں کہ سر پر ٹھہرتا ہی نہیں چکناہٹ کی وجہ سے بار بار سرکتا ہے اور پردہ کے مقصد کو فوت کر دیتا ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ پاک ایسے مرد پر لعنت فرماتا ہے جو عورت کا لباس پہنے اور ایسی عورت بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت کی سزاوار ٹھہرتی ہے جو مرد کا پہناوا زیب تن کرے۔"

اس حدیث مبارک کی روشنی میں اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالیے! فیشن پرستی کا ماحول، موسم اور فضا اباحیت پسندی، جنسی بے راہ روی، فحاشی و عریانی اور مادیت کی یورش ہر سو بپا کیے ہوئے ہے۔ نادانی خود فریبی اور نفس پرستی کا شکار مسلمان "غیروں" کی نقالی میں اس قدر منہمک ہوچکا ہے کہ مرد و زن کے ہیئت لباس، نوعیت کار اور پیدائشی فرق تک کو ختم کر دینے پہ تلا ہوا ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت میں جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اہل جہنم کے دو طبقے ایسے ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ ان دو گروہوں میں سے ایک تو وہ قوم ہوگی جن کے پاس کوڑے ہونگے گائے کی دم کی طرح اور اس سے وہ لوگوں کو (ناحق) ماریں گے۔ دوسرا طبقہ ان عورتوں کا ہے جو بظاہر کپڑے پہنے ہوں گی لیکن پھر بھی ننگی ہوں گی، مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود ان کی جانب میلان رکھنے والی ہوں گی۔"

ان کے سر خوب بڑے بڑے اونٹوں کے کوہان کی طرح ہوں گے۔ وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پاسکیں گی۔ حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی دور سے آرہی ہوگی۔" کتنی سخت وعید ہے ان دختران ملت کے واسطے جو اسلامی معاشرت اور اوضاع واطوار سے صرف نظر کر کے جدت پسندی اور باطل رسوم و رواج کو اپنی کامیابی کی کلید اور ترقی کا زینہ سمجھ بیٹھی ہیں۔ کیا آج مغرب کی مادہ پرستی نے عورت کو زمانہ جاہلیت کی طرح عزت کی اوج ثریا سے خاکِ ذلت پر نہیں دے مارا؟ کیا آج امت مسلمہ کی مائیں، بہنیں اور بیٹیاں مغربی استعمار کے دام تزویر کا شکار نہیں؟ فیصلہ آپ پر ہے!!

فطرت سے بغاوت کے نتیجے میں خود اس یورپ کی معاشرتی ٹوٹ پھوٹ اور خانگی زندگی کی زبوں حالی کیا صورت و شکل اختیار کر چکی ہے؟ اس ضمن میں سوویت یونین کے آخری صدر میخائل گوربا چوف کا یہ "اعتراف جرم" سند کے طور پر پیش کرنے کے لیے کافی ہے، جس میں انھوں نے کہا: "ہم نے عورتوں کو گھر سے نکال کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اس سے اگرچہ ہماری مصنوعات بڑھ گئیں لیکن ہم معاشرتی ابتری کا شکار ہوگئے ہیں۔" ***

مولانا شمشاد منظری کی نعتیہ شاعری

انس مسرور انصاری

دنیا کی تمام ترقی یافتہ، مہذّب اور مروّج زبانوں میں نعت کے نمونے پائے جاتے ہیں، بلکہ قدیم زمانوں کی بڑی زبانوں میں بھی نعت کے نمونے ملتے ہیں۔ سنسکرت زبان اس کی ایک مثال ہے۔

یہ صنف اسلام کے آخری پیغمبر نبی آخرالزماں ﷺ کی ذاتِ والاصفات سے منسوب و متّصف ہے۔ نعت میں نظم و نثر کی شرط وتخصیص نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس صنف کے لیے نظم کو اختصاص حاصل ہے۔

ہمارے بزرگوں نے نثر میں اعلا درجہ کی نعتیں لکھی ہیں اور آج بھی نثری نعتوں کا وافر ذخیرہ جمع ہو رہا ہے۔ سلیقے سے کہی گئی آزاد نعتیہ نظمیں بھی بہت مقبول ہیں۔

نعت کے لغوی معنی نبی کریم ﷺ کی تعریف وتحسین کے ہیں۔ اس لفظ کا اطلاق صرف آپ ﷺ کی ذات مبارکہ پر ہوتا ہے۔ آپ سے پہلے یا آپ ﷺ کے بعد کبھی کسی انسان کی مدح کو "نعت" کا نام نہیں دیا گیا۔ اس کی منبع و مرجع آپ ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ آپ کے ظہور اور بعثت کے بعد اس صنف نعت نے مستقل صورت میں ایک صنف کی شکل اختیار کی اور آپ کی مبارک ذات پر اس صنف کی تکمیل ہوئی۔

صنف نعت کے تعلق سے عام خیال پایا جاتا ہے کہ اس کی عمر چودہ سو سال ہے۔ یعنی بعثتِ نبوی ﷺ کے بعد سے اب تک۔ لیکن غور طلب یہ بھی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انبیاء و مرسلین کو نبی آخرالزماں ﷺ کی بشارت دے رکھی تھی۔ تمام انبیاء و مرسلین کو خاتم النبیین ﷺ کا تعارف حاصل تھا۔ ان کی عظمت اور بزرگی سے سب واقف وآگاہ تھے۔ یہی سبب ہے کہ دنیا کے قدیم وجدید مذاہب کی بنیادی کتب میں نبی کریم ﷺ کی نعت کے نمونے پائے جاتے ہیں۔ کہیں نثر میں اور کہیں نظم میں۔ قدیم ترین زبان سنسکرت میں ہندو دھرم کی بنیادی کتابوں ویدوں اور پرانوں میں آپ ﷺ کے تذکرے، ان کی آمد کی بشارتیں اور پُرتحسین کے کلمات موجود ہیں۔

تحریف کے باوجود زبور، توریت اور انجیل میں آپ ﷺ کے آمد کی خبر دی گئی ہے۔ ان مذاہب کی کتابوں میں جہاں بھی آپ ﷺ کا ذکر ہے، بشارت ہے اور خوش خبری ہے وہاں کسی نہ کسی صفت کا بھی بیان ہے۔ یوں سمجھنا چاہیے کہ صنف نعت کے اجزا منتشر تھے جو آپ کی ذات اقدس پر مجتمع، متحد اور متشکل ہوئے۔

نعت جدید صنفِ سخن نہیں ہے۔ اس کا سلسلہ خداوند کریم تک دراز ہے۔ اس صنف کا موجد خود ربّ کائنات ہے۔ سب سے پہلے اسی نے آپ ﷺ کی مدحت سرائی کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر فرشتوں نے آپ کی مدح کی۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالی نے اپنی کتاب قرآن مقدس میں جگہ جگہ مختلف لفظوں اور طریقوں سے نعت فرمائی ہے۔ آپ کی تعریف و توصیف بیان کی ہے۔ نعت گوئی کا یہ سلسلہ ملائکہ اور انبیا علیہم السلام سے ہوتا ہوا عام انسانوں تک پہنچا۔

کیوں نہ ہم مدحت کریں کونین کے سلطان کی
درحقیقت آپ ہی تو جان ہیں ایمان کی
سرور دنیا و دیں کی نعت گوئی کے لیے
پیش کر قرآں اگر حاجت پڑے برہان کی

(شمشادؔ منظری)

صنف نعت نے ترقی پائی تو اس کی معنویت میں بھی وسعت آئی اور اب نعت کا معیار و میزان یہ قرار دیا گیا کہ اس کے شعری و معنوی محاسن کے ساتھ آپ ﷺ کے کردار و اطوار، آپ کے خصائص وخصائل، محرکات وکمالات، ہمّت اور بہادری، دانش مندی اور عمیق نگاہی، اخلاق و عادات اور فرمودات کا بیان ہو۔ آپ کی رحمت و شفقت، شجاعت و حمیت اور دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کو بھی آئینہ ساز کیا گیا ہو۔

اردو زبان اپنی کم سنی کے باوجود ایسی خوش نصیب ہے کہ اس کے دامن میں حمد و نعت کے بے شمار و بے مثال ذخائر موجود ہیں جن کی فیض رسانی جاری ہے۔ غور طلب ہے کہ اس زبان میں تحریر

سکراول، ٹانڈہ، امبیڈکر نگر (یوپی)۔

وتصنیف کا آغاز ہی حمد و نعت سے ہوتا ہے۔ میر سیّد مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کی تحریریں ہوں یا خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی تصنیف ”معراج العاشقین“ ہو یا میر خسرو کی ”حمد باری“ یا ملّاوجہی کی ”سب رس“ اردو زبان کی تحریری ابتدا ہی حمد و نعت سے ہوتی ہے۔ ان کتابوں میں اسلامی تصوف اور اس کے رموز و نکات بیان کیے گئے ہیں۔ اس زبان میں صنف نعت کو کمال درجے کا فروغ حاصل ہوا۔ مسلم نعت گو شعرا کے علاوہ غیر مسلم نعت گو شاعروں نے بھی کثرت سے نعتیں لکھیں۔ قدیم و جدید ہندو نعت گو شعرا کے ناموں کی فہرست بہت طویل ہے۔ ہمارے زمانے میں تلک راج پارس خالص نعت کے شاعر ہیں۔ دوسری اصناف کی طرف انہوں نے کوئی توجہ نہیں کی۔

اردو غزل کے شانہ بشانہ صنف نعت نے بہت ترقی کی۔ اس کی ہیئت میں بھی تبدیلی آئی۔ اسلوب اور مواد و معیار بھی خاصے تبدیل ہوئے۔

معاصر اردو شاعری میں اس صنف کی مقبولیت کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔ آج بیشتر جرائد و رسائل اپنا آغاز ہی حمد و نعت سے کرتے ہیں۔ **ہر سال نعتیہ مجموعوں کی قابلِ لحاظ تعداد منظرِ عام پر آ رہی ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے مولانا شمشاد علی منظری کا نعتیہ مجموعۂ کلام ”معراجِ خیال“**۔ اس کتاب کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ شاعر نے نعت کی معنوی جہات میں نئے رنگ و آہنگ کی جستجو کی ہے۔

مولانا شمشاد منظری عالمِ دین ہیں اور کئی زبانوں کا خصوصی ادراک و عرفان رکھتے ہیں۔ ادبی و شعری دنیا میں ایک سرگرم اور فعال شخصیت کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ ان کی غزلوں کا مجموعہ ”رقصِ خیال“ منظرِ عام پر آ کر اربابِ ذوق سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔

نعت اور غزل دونوں اصناف میں کثرت سے شعر کہنے والے مولانا شمشاد منظری نے جدید نعت کے معنوی نظام و معیارات کا خاص خیال رکھا ہے۔ وہ اپنی نعت گوئی کے تعلق سے کہتے ہیں۔

بارہا جس کو نوازا ہے رسول اللہ نے
ہم تو بس تقلید کرتے ہیں اسی حسّان کی

مولانا جس کثرت سے نعتیں کہتے ہیں اُسی کثرت سے غزلیں بھی کہتے ہیں۔ مشکل ردیف اور طول کلامی ان میں ایک اضافی خوبی ہے۔ مشکل اور طویل ردیف میں بہت آسانی سے شعر کہنے والوں میں انھیں امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

جب رضائے مصطفیٰ سے مل گئی رب کی رضا
پھر نہ کیوں ہم سب کہیں اُن کی رضا کیا خوب ہے
آ رہے ہیں چرخ والے حاضری کے واسطے
مصطفیٰ کے شہر کی نوری فضا کیا خوب ہے
جنت الفردوس تک شمشاؔد پہنچاتا ہے وہ
کشتیٔ دینِ خدا کا ناخدا کیا خوب ہے

یہ اشعار اپنی سادہ بیانی اور معنوی جہات کے سبب معراجِ خیال تک پہنچتے ہیں۔ کہیں کوئی ابہام نہیں، خم و پیچ نہیں، گھماؤ پھراؤ نہیں، رطب یابس سے پاک یہ اشعار اپنے اندر گہری اثر انگیزی رکھتے ہیں۔

ایک اہم سوال یہ قائم ہوتا ہے کہ کئی زبانوں کی مزاج دانی اور علمی معیار و مقدار سے آگہی کے باوجود اُنہوں نے اپنی شاعری کو رنگین بیانی اور استعارات و علائم کے اہم ترین لوازماتِ شعری سے کیوں اجتناب کیا۔؟ حد یہ ہے کہ اضافتِ لفظی سے بھی گریز کیا۔ بہت کم اشعار میں انہوں نے اضافتِ لفظی کو قبول کیا ہے۔ وہ اپنے اور قاری و سامع کے درمیان براہ راست ترسیل کے قائل ہیں۔

عرفان کی خوشبو پھیلی ہے قرآن کی خوشبو پھیلی ہے
ہر سمت نبی کے صدقے میں ایمان کی خوشبو پھیلی ہے
دنیا کے تمامی گلشن جو ہر آن مہکتے رہتے ہیں
ان سب میں ہمارے آقا کے بستان کی خوشبو پھیلی ہے
ترسیل پہ جس کی خالق نے احسان جتایا بندوں پر
دنیا میں اسی رحمت والے ذیشان کی خوشبو پھیلی ہے
اعجاز نہیں تو پھر کیا ہے یہ میرے رسول اُمّی کا
دنیا کے جو کونے کونے میں قرآن کی خوشبو پھیلی ہے

نعت گوئی کے حوالے سے مولانا شمشاد منظری عصری اردو نعتیہ شاعری کے افق پر طلوع ہونے والے خوش آئند و تابناک ستارہ ہیں جس کی روشنی اپنے سفر کی کئی منزلیں طے کر چکی ہے۔ ان میں سے ایک منزل یہ ہے۔

بتاؤ کیا فلک پر یوں کوئی تارا چمکتا ہے
زمیں پر جس طرح سرکار کا روضہ چمکتا ہے
حبیبِ رب کی نعتِ پاک انساں ہی نہیں کہتے
کلامِ رب میں بھی وصفِ شہِ بطحا چمکتا ہے
نبیؐ وہ پیکرِ رحمت ہیں جن کے قلب اطہر میں

عدو کے واسطے بھی رحم کا جذبہ چمکتا ہے

غزلیہ اور نعتیہ شاعری میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ جو صنعتِ شعری "مبالغہ" اردو غزل کی ایک خوبی ہے وہی مبالغہ نعتیہ شاعری کا ایک بڑا عیب ہے۔ نعت میں مبالغہ آرائی کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ یہاں صادق وامین کی گفت گو صدقت وامانت کے ساتھ کی جاتی ہے۔

بہت پہلے خدا نے کہہ دیا تھا سارے نبیوں سے
جو سب کے بعد آئے گا، امام الانبیا ہوگا
عاشقانِ شاہ دیں توصیف کے ہیں مستحق
جان دیدیتے ہیں بہرِ آبروئے مصطفیٰ

مولانا شمشاد کی فکری طہارت اور صداقتِ بیان کے مظاہر یہ اشعار ہیں۔

لطف وکرم کا شوکت وعظمت کا آئینہ
قرآں ہے مصطفیٰ کی فضیلت کا آئینہ
فرشِ زمیں پہ یوں تو نبی کا قیام ہے
عرشِ بریں ہے آپؐ کی رفعت کا آئینہ
شمشاد کو یقیں ہے کہ میدانِ حشر میں
دیکھے گا وہ نبی کی شفاعت کا آئینہ

مولانا کی شاعری میں برجستگی ہے، سلیقہ اور نفاست ہے۔ ان کا لہجہ دھیما اور نرم ہے۔ یہ شاعری پُرشور دریاؤں کا تلاطم نہیں بلکہ گہرے سمندروں کا سکوت ہے۔ پہاڑوں کی بلندیوں سے گرتا ہوا چیختا آبشار نہیں۔ ایک آبجو ہے جس کی نرم خرامی سے اُبھرتا ہوا صوتی نغمہ وآہنگ بصارتوں، بصیرتوں اور سماعتوں کو متاثر کرتا ہے۔ مولانا کی یہی نرم کلامی کبھی کبھی ناصحانہ رنگ کے جلوے بھی دکھاتی ہے اور تکلّفانہ انداز بھی۔!

مولانا کی سادہ بیانی یا سہلِ ممتنع کی شعری صنعت نے جہاں انہیں انفرادیت بخشتی ہے وہیں نقصان بھی پہنچایا ہے۔ ان کے یہاں ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جن کے دونوں مصرعوں کو جوڑ کر پڑھا جائے تو نفیس شعر کے بجائے بلیغ جملوں کا ایک سلسلہ سا ہے۔ ان کا شعری مجموعۂ نعت "معراجِ خیال" میری گفت کی توثیقی کا مظہر ہے۔

ان کی غزلوں کا مجموعہ "رقصِ خیال" زیر گفت گو نہیں ہے تاہم اس قدر عرض ہے کہ اس کا اسلوب اور طرزِ بیان بھی وہی ہے جو "معراجِ خیال" کا ہے اور جو مولانا کے اُسلوبیاتی نکتۂ نظر کو واضح کرتا ہے۔

چھوڑا ہے جب سے سیرتِ خیرالانام کو
گذرے ہوئے دنوں کا میں اخبار ہوگیا

....

ہوں گدا یا شاہ سب پر ہے نگاہِ مصطفیٰ
سچ تو یہ ہے آپ کی شفقت کی حد کوئی نہیں
دیدیا کرتے ہیں جاں شمشاد اُن کی آن پر
ہم غلاموں کے لیے اُلفت کی حد کوئی نہیں

....

اس لیے کرتا ہوں مدحت ہر گھڑی سرکار کی
ساری چیزیں کھا رہا ہوں دی ہوئی سرکار کی
گرچہ وہ چودہ صدی پہلے یہاں آئے مگر
ہے ازل سے تا ابد ہر اک صدی سرکار کی

....

نبی نے کہہ دیا جنت ہے ماں کے پاؤں کے نیچے
تو سارے دہر میں ہونے لگی تعظیم عورت کی
مرے سرکار سا کوئی نہ آیا ہے نہ آئے گا
کہ ان پر ہو گئی تکمیل ہر اوج وفضیلت کی
مرے آقا نے ہی شمشاد اس کے بیج بوئے تھے
جو کھیتی لہلہاتی ہے مساوات واُخوت کی

....

نکالے گا کوئی کیسے کمی محبوبِ داور میں
کہ رب نے ساری خوبی جمع کردی ہے پیمبر میں
جو سنتے کفر والے لرزہ براندام ہوجاتے
کبھی اتنا اثر تھا نعرۂ اللہ اکبر میں

"معراجِ خیال کے یہ محولہ اشعار شاعر کے تعارف کے لیے کافی نہیں تاہم اس کی شعری بصیرت اور فکری جہات اور شعری نقطۂ نظر کو کسی قدر ضرور واضح اور عکس ریز کرتے ہیں۔ اپنے شعری اُسلوب کے تحفظ اور قیام کو باقی رکھنے کے لیے وہ ایسے لفظوں کو بھی بے تکلف استعمال کرلیتے ہیں جو مزاجِ شاعری پر حرف گیر ہوتے ہیں۔

ہمیں اُمید رکھنی چاہیے کہ مستقبل میں مولانا شمشاد منظری اپنی مزید تابناک تخلیقی بازیافت سے روشناس کرائیں گے۔ "رقصِ خیال" کے بعد "معراجِ خیال" ان کا دوسرا شعری پڑاؤ ہے۔

خدا آباد رکھے شاد رکھے کامراں رکھے

نقد و نظر

اَرْبَعُوْنَ حَدِیْثًا فی شدّۃ تحریم الرّبا

تبصرہ نگار: مبارک حسین مصباحی

اَرْ بَعُوْنَ حَدِیْثًا فی شدّۃ تحریم الرّبا
تالیف: امام یوسف بن اسماعیل نبہانی
ترجمۂ اردو: سودی لین دین کا وبال
تخریج و ترجمہ: مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

جہانِ اہلِ سنت کے عظیم داعی، پیکرِ صدق و صفا، عاشقِ رسول کریم ﷺ حضرت علامہ شاہ امام محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہ العزیز عالمِ اسلام میں محتاجِ تعارف نہیں، عربی زبان میں مختلف دینی، علمی، تحقیقی اور ادبی کتابوں کی تعداد 80 سے زائد ہے۔ اس وقت آپ کی اہم کتاب "اَرْ بَعُوْنَ حَدِیْثًا فِیْ شِدَّۃِ تَحْرِیْمِ الرِّبَا" یعنی سود کی شدید حرمت پر چالیس احادیث کا فصیح ترجمہ ہمارے پیش نظر ہے، ترجمہ، تخریج اور تحقیق فرمائی ہے محب گرامی حضرت مولانا مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری دام ظلہ العالی نے مگر پہلے ہم سود کی حرمت کی تعریف اور چند احکام نقل کرتے ہیں۔

صدر الشریعہ حضرت علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ نے سود کا شرعی حکم حسب ذیل بیان فرمایا ہے:

"ربا یعنی سود حرام قطعی ہے اس کی حرمت کا منکر کافر ہے اور حرام سمجھ کر جو اس کا مرتکب ہے فاسق مردود الشہادۃ ہے عقد معاوضہ میں جب دونوں طرف مال ہو اور ایک طرف زیادتی ہو کہ اس کے مقابل میں دوسری طرف کچھ نہ ہو یہ سود ہے۔" (بہارِ شریعت، گیارہواں حصہ، سود کا بیان، ص:168، 169)

احادیث کریمہ اور کتب فقہ میں سود کے تعلق سے بڑے تفصیلی مسائل ہیں، عصرِ جدید اور سائنس نے نت نئے مسائل پیدا کر دیے ہیں، یہ سلسلہ برابر بڑھ رہا ہے، مفتیانِ کرام انفرادی اور اجتماعی طور پر اصولِ فقہ کی روشنی میں ان کا حل پیش فرما رہے ہیں، ہم ذیل میں چند بنیادی مسائل کتب فقہ کی روشنی میں نقل کرتے ہیں۔

" جو چیز ماپ یا تول سے بکتی ہو جب اُس کو اپنی جنس سے بدلا جائے مثلاً گیہوں کے بدلے میں گیہوں۔ جو کے بدلے میں جَو لیے اور ایک طرف زیادہ ہو حرام ہے اور اگر وہ چیز ماپ یا تول کی نہ ہو یا ایک جنس کو دوسری جنس سے بدلا ہو تو سود نہیں۔ عمدہ اور خراب کا یہاں کوئی فرق نہیں یعنی تبادلہ جنس میں ایک طرف کم ہے مگر یہ اچھی ہے، دوسری طرف زیادہ ہے وہ خراب ہے، جب بھی سود اور حرام ہے، لازم ہے کہ دونوں ماپ یا تول میں برابر ہوں۔ جس چیز پر سود کی حرمت کا دار مدار ہے وہ قدر و جنس ہے۔ قدر سے مراد وزن یا ماپ ہے۔" (الہدایہ، کتاب البیوع، باب الربا، ج:2، ص:60، 61)

"دونوں چیزوں کا ایک نام اور ایک کام ہو تو ایک جنس سمجھیے اور نام و مقصد میں اختلاف ہو تو دو جنس جانیے جیسے گیہوں، جَو۔ کپڑے کی قسمیں ململ، لٹھا، گبرون، چھینٹ۔ یہ سب اجناس مختلف ہیں، کھجور کی سب قسمیں ایک جنس ہیں۔ لوہا، سیسہ، تانبا، پیتل مختلف جنسیں ہیں۔ اُون اور ریشم اور سوت مختلف اجناس ہیں۔ گائے کا گوشت، بھیڑ اور بکری کا گوشت، دُنبہ کی چکّی، پیٹ کی چربی، یہ سب اجناس مختلفہ ہیں۔ روغن گل، روغن چمیلی، روغن جوہی وغیرہ سب مختلف اجناس ہیں۔" (ردالمحتار، کتاب البیوع، باب الربا، مطلب فی الابراز عن الربا، ج:7، ص:424)

قرآن عظیم میں اللہ عزوجل نے پہلے سود کی خرابی کو بیان فرمایا، سود خوروں کو ان کے برے انجام سے ڈرایا اور بعد میں اس کی واضح حرمت کا حکم صادر فرمایا۔ ہم یہاں چند آیات نقل کرتے ہیں:

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ

mubarakmisbahi@gmail.com

جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ . يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ .
(البقرہ،275،276)

"جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ (اپنی قبروں سے) ایسے اٹھیں گے جس طرح وہ شخص اٹھتا ہے جس کو شیطان (آسیب) نے چھو کر باولا کر دیا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے کہا بیع مثل سود کے ہے اور ہے یہ کہ اللہ (عزوجل) نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ پس جس کو خدا کی طرف سے نصیحت پہنچ گئی اور باز آیا تو جو کچھ پہلے کر چکا ہے، اُس کے لیے معاف ہے اور اُس کا معاملہ اللہ (عزوجل) کے سپرد ہے اور جو پھر ایسا ہی کریں وہ جہنمی ہیں، وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ (عزوجل) سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور ناشکرے گنہگار کو اللہ (عزوجل) دوست نہیں رکھتا۔"

اور فرماتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ . (البقرہ،278،279)

"اے ایمان والو! اللہ (عزوجل) سے ڈرو اور جو کچھ تمھارا سود باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم کو اللہ (عزوجل) و رسول (ﷺ) کی طرف سے لڑائی کا اعلان ہے اور اگر تم توبہ کر لو تو تمھیں تمھارا اصل مال ملے گا، نہ دوسرں پر تم ظلم کرو اور نہ دوسرا تم پر ظلم کرے۔"

اور فرماتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (آلِ عمران، آیت:130-132)

"اے ایمان والو! دونادون سود مت کھاؤ اور اللہ (عزوجل) سے ڈرو، تاکہ فلاح پاؤ اور اُس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے طیار رکھی گئی ہے اور اللہ (عزوجل) و رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

اور فرماتا ہے: وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ○ (الروم:39)

"جو کچھ تم نے سود پر دیا کہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے، وہ اللہ (عزوجل) کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو کچھ تم نے زکاۃ دی جس سے اللہ (عزوجل) کی خوشنودی چاہتے ہو، وہ اپنا مال دونا کرنے والے ہیں۔"

ان آیات کے ترجمے ہم نے بہارِ شریعت سے نقل کیے ہیں، ان میں اللہ عزوجل نے سود کی سخت حرمت کا حکم نافذ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دینے کے وقت ارشاد فرمایا، سود خوروں کا جو سود ابھی باقی ہے وہ اسے سرے سے چھوڑ دیں، ماسبق میں جو کچھ کیا وہ سود خوروں کے لیے معاف ہے، ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو۔ اور جو لوگ اس کے باوجود بھی اس قبیح عمل سے باز نہ آئے تو ان کے لیے جہنم کے بھڑکتے شعلے ہیں۔ سچ اور حق ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات و خیرات میں بھرپور اضافہ فرماتا ہے۔ دوسری آیتِ کریمہ میں ہے کہ اے لوگو! اپنا سود چھوڑ دو، اگر ایسا نہ کرو گے تو اللہ قہار و جبار کی جانب سے اعلانِ جنگ ہے۔ اب ان سخت وعیدوں کے باوجود کس فردِ مومن میں ہمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہو اور اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے کی طاقت و جرأت ہو؟

پیشِ نظر سود کی شدید حرمت پر چہل حدیث کا مجموعہ حضرت علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہ نے بڑے سلیقے سے مرتب فرمایا۔ مرتب کا خاندانی تعلق ایک بادیہ نشیں قبیلے بنو نبہان سے ہے۔ یہ قبیلہ فلسطین کے ایک شمالی گاؤں اجزم میں رہتا تھا۔ اس میں ایک بزرگ اسماعیل بن یوسف تھے۔ مرتب کا تولد 1265ھ/1876ء میں ہوا، قرآن عظیم اور دیگر ابتدائی تعلیم کے بعد 18 برس کی عمر میں جامع ازہر مصر میں داخل ہوئے اور 1283ھ/1886ء سے 1289ھ/1892ء تک آپ اسی میں اکتساب علوم و فنون فرماتے رہے۔ اس وقت بھی ایک سے ایک یکتائے روزگار اساتذہ اور مشائخ موجود تھے۔ آپ نے انتہائی محنت اور جاں فشانی فرمائی، علومِ نقلی اور فنونِ عقلی میں امتیازی مقام حاصل فرمایا۔ اساتذۂ کرام حد درجہ محبت و شفقت فرماتے تھے۔ شیخ ابراہیم السقا نے جو سرٹیفکیٹ عطا کیا اس میں علامہ

نبہانی کو "الإِمَامُ الْفَاضِلُ وَالْهُمَامُ الْكَامِلُ ، اَللَّوْذِعِيُّ الْاَرِيْبُ وَالْاَلْمَعِيُّ الْأَدِيْبُ" کے القاب سے نوازا۔

فراغت کے بعد آستانہ مدعو کیے گئے اور جریدہ الجوائب سے سات برس تک منسلک رہے، ملک شام میں قاضی کے عہدے پر فائز رہے، اس کے بعد بیروت میں محکمۃ الحقوق العلما کے رئیس منتخب ہوئے، عرصہ دراز تک اس عہدۂ عالیہ پر فائز رہے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور تصنیف و تعلیم میں مصروف رہے، جنگ عظیم کی وجہ سے اپنے وطن تشریف لے گئے

آپ کی ذات میں فکر و قلم کی گہرائی اور تحقیق و بصیرت کا سمندر موجزن تھا، قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی نورانی نکہتوں سے آپ کے دل و دماغ معطر تھے۔ عشق رسول کریم ﷺ سے ہمیشہ سرشار رہتے تھے، آپ نے مقامِ رسالت کو صرف کتابوں میں ہی نہیں پڑھا تھا بلکہ دل و جان سے سرِ تسلیم خم کیا تھا، اگر کوئی شان رسالت کے خلاف ذرا بھی جنبش کرتا تو آپ پہلے بھرپور تفہیم کی کوشش فرماتے، اگر وہ کم نصیبی سے ہٹ دھرمی پر اڑ جاتا تو آپ اپنے عشق پرور قلم کا استعمال کرتے، اس غدار رسول کریم ﷺ کو اس کے گھر تک پہنچا کر ہی دم لیتے۔ اسلام و سنیت کے حوالے سے آپ نے قرآن و حدیث و فقہ و کلام وغیرہ موضوعات پر اسّی سے زیادہ کتابیں تصنیف و تالیف فرمائیں۔ عشقِ رسول ﷺ میں شرابور رہتے تھے، نثر و نظم پر یکساں عبور رکھتے تھے۔ آپ کی متعدّد وقیع کتابوں کے تراجم اردو اور دیگر زبانوں میں بھی ہوئے ہیں۔

سیرت پر آپ کی عشق انگیز کتاب "الانوار المحمدیہ من المواھب اللدنیہ" دلوں میں محبتوں کے چراغ جلانے کے لیے بڑی پر مغز تلخیص ہے۔ امام علامہ شیخ شہاب الدین قسطلانی قدس سرہ علم و فضل کے بدر منیر تھے، آپ زہد و تقویٰ کے پیکر اور تحقیق و نگارش کے نیرِ تاباں تھے، آپ کی معروف کتاب "المواھب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ" دو ضخیم جلدوں میں مسلسل شائع ہو رہی ہے۔ مقاماتِ مصطفیٰ ﷺ پر یہ ضخیم دستاویز استناد کا درجہ رکھتی ہے۔ عشاق رسول ﷺ کے لیے یہ ایک گراں قدر نسخۂ کیمیا ہے، عرب و عجم میں شہرۂ آفاق ہے۔

ہمارے ممدوح شیخ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی کے سامنے کثیر حضرات نے اپنے معروضات پیش کیے کہ آپ اس ضخیم سیرت النبی ﷺ کی تلخیص فرمادیں۔ آپ آقائے دو جہاں ﷺ کے سچے عاشق ہیں، آپ خود بھی اس تلخیص کی ضرورت محسوس فرما رہے تھے، اس لیے چل مرے خامہ بسم اللہ کہہ کر تلخیص نگاری کا آغاز فرمادیا۔

مواہب لدنیہ دس مقاصد پر مشتمل ہے۔ اکثر مقاصد کے تحت متعدّد فصلیں ہیں۔

اول مقصد: ازل میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا، ولادت باسعادت سے وصال تک کے تمام احوال کا ذکر خیر ہے۔ فصل کوئی نہیں۔

دوسرا مقصد: اس میں دس فصلیں ہیں، اس میں آپ کے اسمائے گرامی، اولاد، دیگر رشتہ داروں، بادشاہان عالم کے نام خطوط، شاعروں، آلات حرب اور سواریوں کے عشق انگیز تذکار ہیں۔

تیسرا مقصد: اس میں آپ کی بے مثال تخلیق، حسن و جمال، اور اخلاق عالیہ کے تذکار خیر ہیں، تین فصلیں ہیں۔

چوتھا مقصد: نبوت کے ثبوت کے لیے معجزات ہیں، آپ کے مخصوص حیرت انگیز واقعات بھی ہیں جو آپ ﷺ کے سوا کسی دوسری شخصیت میں نہیں ہیں۔ اس میں دو فصلیں ہیں۔

پانچواں مقصد: شبِ معراج میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کو اپنی بارگاہ لامکاں میں بلایا، اپنا جلوہ دکھایا اور تکلم فرما کر بے مثل معجزہ سے سرفراز فرمایا۔ اس میں کوئی فصل نہیں۔

چھٹا مقصد: قرآنی آیات کی روشنی میں آپ ﷺ کے ذکر کی بلندی، آپ کی نبوت کی صداقت پر اللہ تعالیٰ کی قسمیں یاد فرمانا، آپ کی پیروی کے لزوم اور آپ کی سنتوں پر امت کا اہتمام کرنا ہے، کوئی فصل نہیں۔

ساتواں مقصد: اس میں آپ کی محبت کا وجوب، سنتوں کی اتباع، آپ کی اولاد اور اصحاب سے محبت کرنا اور آپ کی بارگاہ میں صلاۃ و سلام کا دلکش بیان ہے۔ اس میں تین فصلیں ہیں۔

آٹھواں مقصد: مریضوں اور بیماروں کے لیے طب نبوی، خوابوں کی تعبیرات اور غیب دانیوں کے تذکار ہیں۔ اس میں تین فصلیں ہیں۔

نواں مقصد: حضور ﷺ کی عبادات کے دلکش حقائق۔

دسواں مقصد: حضور ﷺ کے وصال کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو نعمتوں سے سرفراز فرمایا، گنبدِ خضریٰ اور مسجد نبوی کی

حاضری، میدانِ حشر میں قربِ خداوندی کی جلوہ سامانیاں، اولین و آخرین کے مجمع میں آپ کی شفاعت کبریٰ، مقامِ محمود کی تخصیص اور جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات پر فائز ہونا۔ کوئی فصل نہیں۔

علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہٗ اس کی تلخیص پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں نے غیر ضروری مباحث کو حذف کر دیا مگر حضور اکرم ﷺ کے حالات و فوائد سے پورا پورا انصاف کیا، میں نے اس کے اختصار میں عرق نکال کر رکھ دیا۔ اور اس کی صیقل شدہ تلوار کو نیام سے نکال لیا۔ نیز اس کے خوبصورت چہرے سے نقاب الٹ دی اور اس کے بدرِ منیر سے بادل کا پردہ اٹھا دیا۔ اس بنا پر کہ اس میں حسن کی تمام خوبیاں موجود تھیں، اور سب اسباب جمع تھے، یہ خلاصہ کافی وشافی ثابت ہوا، بحمدہ کتاب کا حجم مع معلومات ضروریہ نصف رہ گیا، نیز کتاب سہل الحصول اور عام فہم ہوگئی کیونکہ میں نے مختلف معلومات اس میں جمع کر دیں۔ اور اسے ایسی صورت میں مرتب کیا کہ کسی مومن کو بھی اس سے بے خبر رہنے کی کوئی معقول وجہ نہیں رہی۔ بایں ہمہ میں نے کوشش کی، کہ علامہ موصوف کی تحریر کو تابحد امکان نہ بدلا جائے، بسا اوقات میں نے تھوڑی بہت تقدیم و تاخیر اور تکمیل وتبدیل سے بھی کام لیا۔ اور بعض اوقات اس کے شارح کی کسی تشریح یا نہایۃ ابن الاثیر سے کسی تفسیر کا اضافہ کیا اور جن مشکل الفاظ کو بلا تشریح چھوڑ دیا تھا، ان کے معانی بیان کیے، جب یہ خلاصہ تیار ہو گیا اور کرنیں چمکنے لگیں تو میں نے اس کا نام "الانوار المحمدیہ من المواھب اللدنیہ" رکھا۔ (انوار محمدیہ، ص:20، المجمع المصباحی، مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی، ہند)

حضرت شیخ کی تصانیف اور تالیفات کی فہرست طویل ہے، ہماری معلومات میں ۸۰ ہیں، مقامِ مسرت ہے کہ بعض کتابیں متعدّد جلدوں پر مشتمل ہیں، چند اہم کتابوں کے اردو زبان میں تراجم بھی ہو چکے ہیں، مثلاً:

◆ جواهر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ [مترجم اردو، پانچ جلدیں]۔

ترجمہ نگار: علامہ محمد عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری، وعلامہ مولانا محمد صادق علوی نقش بندی وعلامہ احمد دین توکیروی چشتی واستاذ العلما مولانا غلام رسول شیخ الحدیث فیصل آباد، وعلامہ ذو الفقار علی چشتی۔ ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔ یہ کتاب انڈیا میں بھی شائع ہوئی ہے۔

◆ أشرف المؤ ید لآل محمد ﷺ۔

اردو: برکاتِ آلِ رسول ﷺ

ترجمہ نگار: محقق اہلِ سنت حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور۔

◆ حجة الله علی العالمین فی معجزات سید المرسلین [دو جلدیں]۔ (عربی، اردو)

مترجم: علامہ ذوالفقار علی فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف۔

ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

◆ اَرْبَعُوْنَ حَدِيْثًا نَبَوِيًّا فِي الثَّنَاءِ عَلَى اللهِ تَعَالٰى [اردو ترجمہ شانِ رب العالمین بزبان رحمۃ للعالمین]

◆ سعادة الدارین فی الصلوٰة علی سید الکونین [دو جلدیں]

مترجم: مفتی عبد القیوم خاں، شیخ الحدیث مرکزی دار العلوم حزب الاحناف، لاہور۔

ناشر: مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ، لاہور، پاکستان

ہم نے چند کتابوں کا ذکر کیا ورنہ "سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے"۔

آپ زود گو شاعر بھی تھے، منظومات میں بھی آپ کی یادگاریں بھرپور ہیں۔ آپ پادریوں کی ہرزہ سرائیوں سے سخت آزردہ خاطر تھے۔ سات سو پچیس اشعار پر مشتمل "قصیدۃ الرائیۃ الکبریٰ" لکھا جس میں دینِ اسلام کا ادیانِ عالم سے تقابلی جائزہ پیش کیا۔ خاص طور پر عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث (ایک میں تین اور تین میں ایک) کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیے۔ اس کے بعد ایک اور قصیدہ "قصیدة الرائية الصغرى، فی ذم البدعة ومدح سنة الغراء" جو ساڑھے پانچ سو اشعار پر مشتمل تھا، تصنیف کیا۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کی نعوت، دینِ اسلام کی برکات، سنتِ محمدیہ کی اتباع کی اہمیت اور بدعات کے رد پر خاص زور دیا تھا۔

علامہ نبہانی نے 1350ھ/1932ء میں بیروت میں وصال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس وقت ہمارے پیش نظر آپ کی وقیع کتاب ”اَرْبَعُوْنَ حَدِیْثًا فِیْ شِدَّۃِ تَحْرِیْمِ الرِّبَا“ یعنی سود کی شدید حرمت کے تعلق سے چالیس احادیث، اس گلدستۂ نورانی کا اردو ترجمہ ”سودی لین دین کا وبال“ کا مرقع جمیل ہے۔ اردو ترجمہ نگاری اور تخریج و تقدیم کا کارنامہ محب گرامی وقار حضرت مولانا مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری نے انجام دیا ہے۔

سود اور تجارت آمدنی کے دو بڑے ذرائع ہیں۔ سود انتہائی بد ترین عمل ہے، قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں شدید حرمت وارد ہوئی ہے۔ سود سے محنت اور جد و جہد کے بغیر بظاہر مال میں اضافہ ہوتا ہے، مگر قرآن کریم اور احادیث سے واضح ہے کہ اس کے ذریعہ مال میں اضافہ نہیں، بلکہ سراسر خسارہ ہے، دنیا اور آخرت میں تباہی اور بربادی ہے۔ سماجی اور ملکی سطح پر سود خور بے عزت اور بے وزن ہوتا ہے، شرعی طور پر آپ غور کریں تو اندازہ ہوگا۔ یہ کتنا قابلِ مذمت عمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”سود (کا گناہ) ستر حصہ ہے، ان میں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے“۔
(سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا: ح، 2674، ج:3، ص:72)

نیک تاجر سماجی اور ملکی سطح پر باوقار رہتا ہے۔ عام طور پر افراد اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ ہر طرف اس کی تعریف و توصیف ہوتی ہے، خاص بات یہ ہے کہ اچھے اور نیک تاجر کے یہاں برکتیں ہوتی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھرپور امداد و اعانت کرتا ہے۔ گھر اور خاندان میں قلبی اطمینان ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ یہ اہم کام محترم المقام بشارت علی صدیقی اشرفی دام ظلہ العالی کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہے۔ آپ مسلسل سوچنے، سمجھنے اور عمل کرنے کے عادی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی خوبیوں کا جامع بنا دیا۔ آپ کی ولادت باسعادت 21 رمضان المبارک 1407ھ/جولائی 1987ء میں مدینۃ الاولیا حیدر آباد دکن ہند میں ہوئی۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ سید شاہ محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی دامت برکاتہم القدسیہ کے دست مبارک پر آپ نے بیعت فرمائی، کچھوچھہ مقدسہ میں آپ اپنی علمی اور عملی صلاحیتوں کے اعتبار سے بروقت منفرد المثال ہیں۔ اسی طرح آپ کے فیوض و برکات بھی مسلسل جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر، اقبال اور فیض رسانی کی عمر دراز فرمائے۔ آمین۔

محبِ مکرم بشارت علی صدیقی دام ظلہ العالی نے حضرت علامہ مفتی عبد الحلیم قادری اشرفی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے خاص برکت حاصل فرمائی ہے۔ آپ اردو، انگریزی اور عربی میں باضابطہ لکھنے پڑھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ آپ بروقت جدہ، حجاز میں انجینئر کی پوسٹ پر سرگرمِ عمل ہیں۔

رجب المرجب 1431ھ/جون 2010ء میں آپ کے ذریعہ حیدر آباد دکن میں اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں آیا۔ آپ کی حیثیت ادارہ کے بانی اور مہتمم کی ہے۔ اس ادارے سے بے شمار علمی نوادرات پر کام ہو چکا ہے اور مسلسل جاری ہے۔ قابلِ صد افتخار پہلو یہ ہے کہ ادارہ کی آمدنی ہمیشہ کے لیے ادارہ کے لیے وقف ہے۔ اللہ تعالیٰ اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن کو مزید ترقیاں اور سرفرازیاں عطا فرمائے۔ بفضلہ تعالیٰ درجنوں مصباحی فضلا اور دیگر نوجوان علما تحقیق، ترجمہ اور تخریج کے کاموں سے جڑے ہیں، نت نئے موضوعات پر جدید کتابیں بھی مرتب فرما رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے اور ترقیوں سے سرفراز فرمائے۔

ہم بروقت صرف ”اربعینات“ کا ذکر خیر کرتے ہیں۔ احادیث کی اربعینات کے تعلق سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن نے۔ اس ادارے نے اکابر اہلِ سنت کی مرتب کردہ 17 ”اربعینات“ کو تحقیق، ترجمہ اور تخریج کر کے شائع کر دیا ہے۔ یہ بجائے خود بڑا تاریخی کارنامہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے فیوض و برکات اپنے حبیب ﷺ کے صدقے خوب خوب عطا فرمائے۔

آپ نے 20 عدد نئی اربعینات بڑے سلیقے سے مرتب کرائی ہیں، ان میں متعدّد آپ نے خود تدوین فرمائی ہیں۔ ہاں ایک خاص اور سب سے خاص بات یہ ہے کہ آپ نے 100 سے زائد کتابوں کا انگریزی ترجمہ فرمایا ہے۔ یہ بڑی زریں اور قابلِ قدر خدمت ہے، ترجمہ نگاری کے لیے دونوں زبانوں پر بھرپور قدرت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قسم کی خاصی خصوصیات سے سرفراز فرمایا ہے۔

آپ نے اپنے شیخ حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم القدسیہ کے خلفا کے تذکار بھی بڑی محنت سے جمع فرمائے اور انھیں سوانح نگاری کی فن کاری کے ساتھ سپردِ قلم فرمایا ہے۔ آپ نے ”معارف مخدوم اشرف“ جلد اول بھی 554 صفحات پر مرتب کر کے شائع کر دیا ہے۔ اس پر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، مارچ 2021ء میں ہم نے

اپنے معمولی قلم سے تبصرہ شائع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

پیش نظر "اَرْبَعُوْنَ حَدِیْثًا فِی شدّۃ تَحْرِیْمِ الرِّبَا" آپ ہی کا خوب صورت انتخاب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھرپور جزاؤں سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اب ہم آتے ہیں پیش نظر کتاب کے محقق، مترجم اور تخریج نگار کی بارگاہ میں آپ کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد اعظم مصباحی مبارک پوری ہے۔ آپ ابھی عمر کے اعتبار سے نوجوان ہیں مگر اپنی زریں خدمات اور فضل وکمال کے اعتبار سے سن رسیدہ ہیں۔ حضرت شیخ سعدی شیرازی نے فرمایا ہے "بزرگی بہ عقل نہ بہ سال" (بزرگی عقل سے ہے نہ کہ عمر سے) کم عمری میں آپ نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے حفظ و قراءت اور فضیلت میں نمایاں کامیابی حاصل کی، اس کے بعد تخصص فی الادب العربی اور فتویٰ نویسی میں بھی امتیازی مقام حاصل کیا۔ تحریر و نگارش کی صلاحیت آپ میں فطری ہے۔ تخصص فی الادب کی تکمیل کے لیے آپ نے سو صفحات پر مشتمل عربی زبان میں مقالہ تحریر فرمایا ہے۔ عنوان ہے "اَلْحُقُوْقُ الْاِنْسَانِیَّۃُ فِیْ ضَوْءِ الآیَاتِ الْقُرْآنِیَّۃِ وَالْاَحَادِیْثِ النَّبَوِیَّۃِ" یہ تحریر اگرچہ آپ نے عہد طالب علمی میں نقش قرطاس فرمائی ہے۔ حق یہ ہے کہ آپ نے بڑی حد تک حق ادا فرمادیا ہے۔

آپ نے متعدّد علما اور اکابر کی عربی اور فارسی کتابوں کے ترجمے فرمائے ہیں اور ان کی تحقیق اور تخریج بھی، سرِ دست ہم ذیل میں ان کتابوں کی اختر شماری کرتے ہیں۔

(1)- اربعین امام غیطی۔ مرتب: امام نجم الدین محمد الغیطی الشافعی رحمہ اللہ (متوفی 984ھ)

ترجمہ، تحقیق و تخریج: محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

ناشر: اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدر آباد

(2) بے مرشد سلوک راہ- مصنف: الامام الاکبر المحدث الاعظم علاؤالدین علی المتقی حسام الدین چشتی قادری (885ھ-974ھ)

محقق: حضرت ڈاکٹر مفتی حق النبی سکندری ازہری

مترجم: محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

ناشر: اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدر آباد

(3) باغ مرقاۃ کے چنندہ پھول

مرتب: مولانا محمد نظام الدین مصباحی۔ ترجمہ: محمد اعظم مصباحی مبارک پوری۔ ناشر: جماعت رضائے مصطفیٰ یوکے

(4) اوراد وجیہ۔ تالیف: سید شاہ امام وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ۔

تحقیق و تخریج و ترجمہ: محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

ناشر: جماعت رضائے مصطفیٰ، یوکے

(5) تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ

مؤلف: امام جلال الدین سیوطی مترجم علامہ محبوب علی خاں لکھنوی۔

تخریج و تسہیل و ترتیب: محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ بلند فکر اور محنتی فاضلِ جلیل ہیں، شب و روز محنت میں سرگرداں رہتے ہیں، مذکورہ خدمات کے علاوہ آپ کی اپنی مستقل تصانیف اور تالیفات بھی ہیں۔

(6) خطبات حافظ ملت و عزیز ملت

(7) عشق مصطفےٰ

(8) مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی، حیات و خدمات

(9) مصباحی خطبات در تعارف رضا و رضویات۔

یہ تو آپ کی چند کتابوں کا ذکر خیر ہے، آپ نے خاصے مضامین اور مقالات بھی تحریر فرمائے ہیں، ہم دعا گو ہیں مولا تعالیٰ آپ کو خوب ترقیاں عطا فرمائے اور مزید علمی اور قلمی خدمات کی توفیق ارزانی فرمائے۔

پیش نظر کتاب، سرکار دوعالم ﷺ کی چالیس احادیث کا مجموعہ ہے جسے حضرت علامہ نبہانی نے بڑی عقیدت سے جمع فرمایا ہے۔ آپ، ایک محقق یگانہ، زہد و تقویٰ کے پیکر اور عشق رسول ﷺ کے پیکرِ جمیل ہیں۔ آپ کی شخصیت جہانِ اہلِ سنت میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے مجدد و مفکر امام احمد رضا محدث بریلوی کی معروف کتاب الدولۃ المکیہ پر جان دار تاثر بھی ثبت فرمایا ہے۔ محترم بشارت علی صدیقی اشرفی دام ظلہ العالی اور حضرت مولانا مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری کو بھی ہدیۂ تبریک نذر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سود کی شدید حرمت پر چہل حدیث کو مقبول فرمائے اور سود خوروں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔ **

خیابان حرم

نعتیں

ہے بڑی بات جو قدموں کی زیارت ہوجائے

رہنما جو شہِ کونین کی سیرت ہو جائے
آپ کے نام ہر اک منزلِ عظمت ہو جائے

تیرے چہرے کو نظر دیکھے یہ ممکن ہے کہاں
ہے بڑی بات جو قدموں کی زیارت ہوجائے

تیرے آنے کی خبر پائے جو دیوانہ ترا
بے نشاں دم میں ابھی عالمِ وحشت ہوجائے

ایک قطرہ ترے الطاف کا پانی جو ملے
دشت سرسبز مرا باغ کی صورت ہوجائے

تیری خوشبو سے مہک جائے جو رستہ اک بار
دیکھتے دیکھتے اُس راہ کی شہرت ہوجائے

عشق کی شاخ پہ روشن ہے تمنا کا گلاب
دل جسے کہتے ہیں تیرا درِ دولت ہوجائے

جس قدر اپنے مقدر پہ کرے ناز ، بجا
مہرباں جس پہ تری بزمِ اشارت ہوجائے

لمس اے کاش ترے دستِ کرم کا ہو عطا
کاش پیدا مری رگ رگ میں حرارت ہوجائے

نسل در نسل مرے بچے سنبھالیں اس کو
جذبۂ عشق ترا میری وراثت ہوجائے

مسکرا دے جو مرے حال پہ تو میرے کریم
ایک لمحے میں مری غم سے براءت ہوجائے

نعت کو کرکے وسیلہ یہ دعا مانگ مجیبؔ
حامۂ مدحتِ سرکار ودیعت ہوجائے

سید مجیب الحسن نوابی، ممبئی

اے نورِ مجسم صلِ علیٰ

آپ آئے تو مہک اٹھا بصیرت کا گلاب
خلق کی خوشبومیں پوشیدہ ہے سیرت کاگلاب

شخصیت کو آپ کی طٰہٰ کہا فرقاں کہا
آپ ہیں سارے جہاں کے حق میں سیرت کاگلاب

آپ کی طاعت میں پوشیدہ ہے رب کی بندگی
فاتبعونی میں پنہاں ہے اطاعت کا گلاب

آپ آئے توجہالت کے اندھیرے مٹ گئے
مل گیا ہے نسلِ آدم کو ھدایت کا گلاب

آپ آئے تو زباں کو تابِ گویائی ملی
آپ نے بخشا زمانے کو فصاحت کا گلاب

آپ نے آکر بدل دی کفر وظلمت کی فضا
ہر طرف کھلنے لگا دنیا میں سیرت کا گلاب

آپ نے طائف کی وادی میں دعا یہ رب سے کی
کھل اٹھا ویران وادی میں بھی جنت کا گلاب

حضرتِ صدیق، فاروق، اورعثمان و علی
سارے ہی اصحاب پر یکساں تھا شفقت کاگلاب

عمر بھر نعتِ نبی ﷺ خوشدل رہے لب پر ترے
یونہی بس کھلتا رہے ہونٹوں پہ مدحت کا گلاب

ڈاکٹر فرحت حسین خوشدل

سفر آخرت

آہ! ترکی کے معروف عالم ربانی الشیخ محمود آفندی نقشبندی

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الامین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

دنیا کے کونے کونے سے علمائے ربانی نہایت تیزی سے داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے سفر آخرت پر روانہ ہوتے جارہے ہیں۔ اتنی کثرت اور اتنی تیزی سے دنیا سے علمائے کرام کا اٹھنا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ علما کے اٹھنے سے علم اٹھتا جارہا ہے، ایک عالم کی موت ایک جہان کی موت تصور کی جاتی ہے اسی کہا جاتا ہے:

"موت العالم موت العالم"

23 ذیقعدہ 1443ھ/23 جون 2022ء بروز جمعرات اس روح فرسا خبر نے تڑپا کر رکھ دیا کہ ترکی میں برکۃ العصر شیخ المشائخ الشیخ محمود آفندی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے کاروانِ آخرت میں شامل ہوگئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

الشیخ محمود آفندی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ترکی میں ایک مینارۂ نور کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ اسلاف کی نشانی، عالم ربانی اور مرد حقانی تھے۔ آپ کا حلقۂ اثر وسیع وعریض ہے۔ آپ نے فکر واعتقاد کی اصلاح میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ترکی میں لبرل اور سیکولر طوفانوں اور آندھیوں کے سامنے آپ چٹان بن کر کھڑے رہے۔ آپ کی استقامت اور ثابت قدمی ان طوفانوں کے لیے سد سکندری ثابت ہوئی۔ ترکی میں آپ کے دم قدم سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کو کافی فروغ حاصل ہوا۔ لاکھوں لوگوں نے توبہ کی اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ ترکی کے صدر طیب اردگان بھی آپ ہی کے مرید صادق ہیں۔ آپ کی شخصیت رشد وہدایت کے ایک مینار سے کم نہ تھی، آپ کی نگرانی اور سرپرستی میں ترکی میں بے شمار مدارس اور ادارے قرآن وسنت کی روشنی پھیلانے

شیخ محمود آفندی نقش بندی علیہ الرحمۃ کے وصال پر صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ کا تعزیت نامہ

AL-JAMIATUL ASHRAFIA
MUBARAKPUR
Managed By-
DARUL ULOOM AHLE SUNNAT MADRASA ASHRAFIA
MISBAHUL ULOOM, MUBARAKPUR, AZAMGARH (U.P.) INDIA
Tel : (05462)-250092, FAX-251448
E-mail: info@aljamiatulashrafia.org
الجامعۃ الاشرفیۃ مبارکپور
http://www.aljamiatulashrafia.org

Ref.........................
Date 24_6_2022

الحمدللہ الذی خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا، والصلوۃ والسلام علی من ھو اکثر و اعظم فی الخلق علما وفضلا، ثم علی من فاق الناس بعد الانبیاء سعادۃ وعدلا۔ وبعد، نعزی الامۃ الامیۃ عامۃ وخاصۃ مسلمی ترکیا عند وفاۃ الشیخ الاعظم فی ترکیا، العالم العظیم والداعی الکبیر الذی ھو من اعلام الدعوۃ الاسلامیۃ، العلامۃ محمود الآفندی النقشبندی رحمہ ربہ القوی، ونسأل اللہ الغفار ان یعاملہ معاملۃ الابرار والاخیار وان یزین قبرہ بالاضواء والانوار واخیرا نلتقی الی من احبہ من اخلافہ واحبابہ ورفاقہ وتلامیذہ ادعیۃ الصبر والسلوان وندعو اللہ الرحمان الذی علیہ التکلان من الانس والجان ان یسکن الشیخ محمود الآفندی فسیح الجنان، آمین آمین آمین یارب العالمین بحق سید المرسلین محمد صلی اللہ تعالی وسلم علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔۔۔

بدر عالم المصباحی، خادم الافتاء والتدریس
بالجامعۃ الاشرفیۃ، مبارک فور،
اعظم جرہ، مقاطعہ اترابردیش، الھند
0091,9451549322

میں مصروف ہیں۔ ان مدارس اور اداروں سے بے شمار حفاظ، علما، فقہا اور مبلغ تیار ہو کر ترکی کے کونے کونے میں قرآن وسنت کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔

آپ کی کتاب زیست کے ہر صفحہ سے زہد و تقویٰ، خدمت خلق، حق گوئی اور جذبۂ حب رسول ﷺ نہایت ہی نمایاں ہے۔

آپ جب بھی حرمین شریفین کے سفر میں میں کعبۃ اللہ اور روضۂ رسول اللہ ﷺ میں حاضری دیتے تو آپ کی کیفیت دیدنی ہوتی تھی۔ آپ جتنے دن حرمین شریفین میں ٹھہرتے ہمیشہ روزہ کی حالت میں رہتے تھے۔ آپ ساری زندگی معمولات اہل سنت پر نہایت سختی سے کاربند رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترکی میں آپ کے مشاہیر تلامذہ و مریدین عید میلاد النبی ﷺ کی محافل میں دستہ بستہ کھڑے ہو کر نہایت ذوق وشوق سے صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

کچھ عرصہ قبل کا واقعہ ہے کہ دعوت اسلامی کے مبلغ مولانا عبدالحبیب عطاری زید مجدہ اپنے احباب کے ہمراہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شہرۂ آفاق قصیدہ بردہ شریف پڑھا گیا تو آپ کی کیفیت دیدنی تھی، آپ پر محویت طاری تھی۔

تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری برکاتی بریلوی الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دورۂ ترکی پر جب آپ سے ملاقات کی اور مختلف موضوعات زیر بحث آئے تو آپ کو بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہمنوا پایا۔ آپ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اعتقادی، نظریاتی اور فقہی خدمات سے بے حد متاثر نظر آئے۔ "ولی را ولی می شناسد"۔

شیخ المشائخ الشیخ محمود آفندی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رحلت سے علم وعرفاں کا ایک عہد ختم ہو گیا ہے۔

آہ! دنیائے اسلام ایک مصلح اور رجل رشید سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل ہمارے ممدوح حضرت الشیخ محمود آفندی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے صدقے ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

☆☆☆

(ص:56 کا بقیہ)

اس بار ماہ دسمبر 2021ء میں یہ مسابقہ منعقد ہوا جس میں سبھی طلبہ نے پورے جوش وجذبے کے ساتھ حصہ لیا، اور ملک کے بڑے اخبارات مثلاً: انقلاب، سہارا، صحافت، اردو ٹائمز، ہمارا سماج، ہندوستان ایکسپریس، صحافی دکن، اخبار مشرق، تاثیر، اودھ نامہ سمیت تقریباً چالیس اخبارات میں مجموعی طور پر 159 مضامین اور 70 خطوط شائع ہوئے۔

جس میں مولانا احمد حسن سعدی امجدی نے اول پوزیشن کے ساتھ تاج العلماء ٹرافی، مولانا غلام علی فیضی نے دوم پوزیشن کے ساتھ سید العلما ٹرافی، مولانا شاداب رضا مصباحی نے سوم پوزیشن کے ساتھ احسن العلما ٹرافی اور مولانا ساغر جمیل رشک مرکزی نے تشجیعی انعام حاصل کر کے اساتذہ، ادارے اور والدین کا نام روشن کیا۔

پھر ادارے کے استاذ شیخ نعمان احمد ازہری نے تمام طلبہ کو اس کامیابی پر مبارک باد پیش کی اور طلبہ کو تحریر و تحقیق کی اہمیت سے آگاہ کیا، اور بتایا کہ تحریر سے قومیں زندہ رہتی ہیں، تاریخ زندہ رہتی ہے، شخصیت زندہ رہتی ہے، مشن زندہ رہتا ہے، اس لیے ہمیں تحریر و قلم کی اہمیت کو سمجھنا اور دوسروں کو اس سے باخبر کرنا ہوگا تاکہ یہ فن مزید ترقی کر سکے۔

ادارے کے ڈائریکٹر حضرت سید محمد امان قادری دام ظلہ نے تمام طلبہ کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ تحریر و قلم سے وابستگی کو ایسے ہی ہمیشہ استوار رکھیں، لکھتے رہیں، لکھتے رہنے سے تحریر میں روانی آتی ہے، ایک لکھنے والا جب بہت دنوں تک لکھتا رہتا ہے تو اسے لکھنے میں مہارت پیدا ہو جاتی ہے، پھر ایسے ہی لکھنے والے تحریر و قلم کے میدان میں ملک و ملت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ آپ حضرات اخلاص اور محنت کے ساتھ لگے رہیں، کامیابی آپ کا مقدر ہوگی۔

اس موقع پر ڈاکٹر سلمان رضا علیمی، مفتی عبدالمصطفیٰ مصباحی، مفتی جنید برکاتی، مولانا محمد ساجد نصیری، مولانا افتخار مصباحی، مولانا عاصم برکاتی، عرفان برکاتی، سید جاہت علی، محمد مستقیم اور ادارے کے طلبہ اور ذمہ داران موجود رہے۔ مولانا سید نور عالم مصباحی کی دعا پر تقریب کا اختتام ہوا۔

مولیٰ تعالیٰ ہمیں تحریر و قلم مضبوط کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

از: محمد عارف رضا نعمانی مصباحی

ایڈیٹر: پیام برکات، علی گڑھ

☆☆☆

صدائے بازگشت

اداریہ خاصا وقیع اور معلومات افزا ہے

قابلِ صد احترام حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب !

السلام علیکم !

ماہنامہ اشرفیہ کے مئی 2022ء کا شمارہ نظر نواز ہوا، جس کا سرِ ورق اپنی تمام تر رعنائی و زیبائی کے سبب مقناطیسی اہمیت کا حامل ہے۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شمائل و فضائل پر مشتمل اداریہ خاصا وقیع اور معلومات افزا ہے لیکن اس میں کہیں کہیں کمپوزنگ کی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوران مطالعہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حیدرآباد کی لذیذ بریانی کھاتے کھاتے اچانک کوئی کنکر دانتوں تلے آ گیا ہو۔ اداریہ کے ساتھ ساتھ دیگر مشمولات بھی تحقیقی و تنقیحی اور علمی و ادبی جہت سے فکر انگیز ہیں۔ مطالعۂ قرآن و احادیث کے تحت مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری اور مفتی محمود علی مشاہدی صاحبان نے اپنے اپنے مضمون پر خوب خامہ فرسائی کی ہے۔ مشتاق نوری صاحب کا رشحۂ قلم حالاتِ حاضرہ کے جبری تقاضوں کا بہترین اشاریہ ہے، جو کئی حوالوں سے اساطینِ ملت اور اکابرینِ امت کو دعوتِ فکر دے رہا ہے۔ امینِ امت حضرت ابو عبیدہ ابن جراح کا سوانحی خاکہ مختصر ہونے کے باوجود پر مغز اور جامع لگا۔ علاوہ ازیں مولانا ہارون صاحب مصباحی نے رشتۂ اخوت کی شرعی و سماجی حیثیت پر ایسا عمدہ کلام فرمایا ہے کہ ان کا اسلوبِ بیان اور پیرایۂ اظہار "سادگی میں پرکاری" کی بہترین مثال ہے۔

بزمِ دانش میں "رمضان المبارک اور دینی مدارس" کے حوالے سے مولانا عابد چشتی اور مولانا بلال صاحبان کی تحریریں ٹھیک ٹھاک معلوم ہوئیں لیکن مؤخر الذکر صاحب کے کچھ جملوں میں واحد و جمع کی غلطیاں نظر آئیں، جنھیں میں دانستہ طور پر کمپوزر یا پروف ریڈر کے کھاتے میں ڈال کر صاحبِ تحریر سے اظہارِ ہمدردی کا برملا اعلان کرتا ہوں۔

مہتاب پیامی صاحب کا مضمون "مغربی ادب میں ویرْ وولف- حقیقت یا افسانہ" انتہائی ادبی اور تحقیقی نوعیت کا ہے۔ موضوع کی انفرادیت کو دیکھتے ہوئے یہ بات مکمل وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اس کی تیاری میں بڑی جاں فشانی اور عرق ریزی سے کام لیا گیا ہے۔

ادبیات کا کالم فکر و فن اور تبصرہ و تجزیہ کا صاف و شفاف آئینہ ہے۔ اس حصے میں پہلا مضمون خود مولانا مبارک صاحب کا ہے، جس میں مہتاب پیامی کی رند مزاجی کا تصوفانہ جواز پیش کیا گیا ہے۔ دوسری تحریر ڈاکٹر فضل الرحمان شرر مصباحی (علیہ الرحمۃ) کی ہے، جو سید نور الحسن کی شعری جمالیات پر محیط ہے اور تیسری تحریر محب گرامی مولانا وزیر مصباحی کی ہے، جس میں "فتاوی رضویہ کا اصلاحی پہلو" کا مطالعاتی نچوڑ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مہتاب پیامی صاحب کی نعت پاک فکر و فن کے لحاظ سے خوب ہے، جس میں آسان ترین ردیف کے ساتھ مختلف النوع قوافی کا التزام و اہتمام کیا گیا ہے۔

خیر و عافیت کی امید کے ساتھ جامعہ اشرفیہ کے عروج و اقبال کے لیے خصوصی دعائیں۔ ایں سخن نیز بہ اندازۂ ادراکِ من است !

آپ کا کفش بردار:

ثاقب قمری مصباحی

اسلامی اخلاق و آداب کے چند اہم گوشے

ایک مسلمان کے لیے لازم ہے کی رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت جس کو اسلام کہتے ہیں دل سے مانے، اس کے احکام و مسائل کو جاننے کی پوری پوری کوشش کرے کہ علم دین حاصل کرنا فرض ہے۔

اس کے بعد اسلامی اخلاق و آداب کی معلومات حاصل کرے اور ان پر عمل پیرا ہو، ان میں بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔

- اخلاص عمل کو اپنا مطمح نظر بنائے یعنی ہر کام محض اللہ کی رضا کے لیے کرے۔
- گناہ سرزد ہو گئے ہوں تو نادم و شرمندہ ہو، توبہ کرے اور آئندہ اسے نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے۔
- محنت مزدوری، تجارت و ملازمت کے ذریعے حلال کمائی حاصل کرے لیکن اس سلسلے میں اللہ پر کامل توکّل (بھروسا) رکھے کہ وہ جو دے گا وہی ملے گا اور جو ملا اس پر اللہ کا شکر ادا کرے۔
- رزق میں تنگی ہو تو اسے منجانب اللہ تصور کرے اور صبر کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دے۔
- کوئی مصیبت یا پریشانی کا سامنا ہو تو صبر کرے اور اللہ سے فراخی و کشادگی کی امید رکھے۔
- کسی کو مورد الزام نہ ٹھہرائے۔

- دل سے اللہ پر توکل کرے اور ہر معاملے میں اسی کی طرف رجوع کرے اسی کا ارشاد ہے :" وَ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ "(الطلاق:3/65) ترجمہ: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔
- اللہ کے نبیوں کے ساتھ حسن ظن کا برتاؤ کرے، بدگمانی سے معاملات سدھرتے نہیں اور بگڑتے ہیں، پریشانیاں کم ہونے کی بجائے بڑھتی ہیں۔
- اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا رہے، یعنی دل سے اس کے احسان کو مانے، اس کی طرف رجوع کرے، اور عمل سے اس کی اطاعت و فرمابرداری بجالاتا رہے۔
- اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع کو لازم جانے، ان کی سنتوں پر عمل کرے اور دل میں دنیا جہان سب سے زیادہ (بڑھ کر) محبت رکھے ،توہین سے بچے اور ادنی توہین کرنے والوں سے بھی بچے، سے گستاخانِ رسول سے یارانہ ایمان کو برباد کرنا ہے۔
- اللہ عزوجل اور رسول مکرم ﷺ نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے بچے اور پرہیز کرے، اس سلسلے میں مشقت اٹھانی پڑے تو بطیبِ خاطر (دل و جان سے) اٹھ آئے اور اس میں خوشی محسوس کرے کہ یہی ایمان کی علامت ہے۔
- نفس طرح طرح کی بری خواہشیں کرتا ہے اس کی خواہشات کو نظر انداز کرے۔
- کھانے اور خوب عیش و آرام کرنے سے دور رہے کہ اس سے آدمی دنیا سے قریب اور آخرت سے دور ہو جاتا ہے، اور مسلمان کے لیے آخرت کی فکر میں بھلائی ہے۔
- ایمان کی سلامتی اس میں ہے کہ اللہ، اس کے رسولوں اور سید الانبیا نیز جملہ صحابہ کرام، اہلِ بیتِ نبوت، انصار و مہاجرین اور اولیاء اللہ سے محبت کرے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی۔
- صحابہ کرام سب عادل ہیں یعنی ان میں کسی کو فاسق کہنا گناہ ہے ۔اگر ان سے خطا اجتہادی کی وجہ سے کوئی آپس میں رنجش واقع ہوئی تو اس میں ہمیں پڑنا حرام و گناہ ہے۔ اللہ نے انہیں بخش دیا ہے اور ان کے بارے میں قرآن میں ارشاد فرمادیا:
- وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰی (نسا:95/4) ترجمہ: اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا

اس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ عادل ہیں، فاسق سے جنت کا وعدہ نہیں ہو سکتا۔

اللہ کے اس اعلان کے بعد اپنی خواہش اور طبیعت سے کسی صحابیِ رسول پر طعن کرنا اور ان کو برائی سے یاد کرنا پرلے سرے کی نادانی اور گمراہی ہے، حق اللہ کا ہے اور رسول اللہ کا، خدا اور رسول نے انہیں معافی دے دی تو ہم کون ہوتے ہیں دخل دینے والے۔

رسول پاک ﷺ نے انہیں برا کہنے اور گالی دینے سے منع فرمایا ہے ۔صحابہ کرام نے اللہ کے محبوب ﷺ کو ایمان کی نگاہوں سے دیکھا اسی پر اس دنیا سے گئے۔ یہ وہ فضیلت ہے کہ اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا ،اللہ کسی کو مرتبہ دے تو ہم گھٹانے والے کون؟ صحابہ کرام مقام و مرتبے میں برابر نہیں، لیکن نفسِ صحابیت کی فضیلت و عظمت سے سب کے سب سرفراز ہیں اس لیے سب کی عزت و تعظیم ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اسی پر اہل سنت کا اجماع و اتفاق ہے جو اس میں اختلاف کرے وہ رافضیت کا دلدادہ ہے اور رِفض و خروج دونوں سے دور رہنا ہمیں لازم ہے۔ رِفض یہ ہے کی بعض صحابہ وہ امہات المومنین کو برا کہا جائے اور خروج یہ ہے کہ اہل بیت اطہار پر انگلی اٹھائی جائے۔ اہل سنت میں ان دونوں کی گنجائش نہیں۔

صحابہ کرام ہدایت کے ستارے ہیں اور عترت و آل رسول حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہیں کہ جو اس میں سوار ہوا پار لگ گیا کیا اور صحابہ کرام سے جس نے ہدایت پائی وہ راہ راست یعنی صراط مستقیم پر رہا۔ از: محمد عبد المبین نعمانی قادری

میڈیا کی جانب داری۔ لمحہ فکریہ

مکرمی! جمہوری نظام میں ایک بہتر، پاکیزہ اور صالح حکومت کے لیے ضروری ہے کہ ایوان بالا میں ایک مضبوط اور توانا حزب اختلاف ہو جو اربابِ اقتدار کی کمیوں، خامیوں کے خلاف مضبوطی کے ساتھ آواز بلند کر سکے اور انہیں ان کی کج روی سے روک سکے، جمہور کے حقوق کی بازیافت میں کمی ہو تو اس کی جانب سنجیدگی کے ساتھ رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکے۔ لیکن اس طرف تقریباً دس سالوں سے اربابِ اقتدار نشے میں چور ہو کر بالکل شتر بے مہار ہو چکے ہیں انہیں لگام دینے والا کوئی نہیں ہے حزب اختلاف تو اب صرف نام کے لیے ہی رہ گیا ہے نتیجہ سامنے ہے کہ جمہور پہ ہونے والے ظلم و ستم کے خلاف کسی طرح کا کسی جانب سے کوئی شور نہیں سنائی دیتا اور نہ ہی دبے کچلے غریب و بے کس افراد کو ان کے جائز حقوق دلانے کی جنگ لڑنے کے لیے کوئی میدان عمل میں اترتا ہے نہ مظلوموں کے حقوق کی بازیافت کے لیے کوئی کمان سنبھالنے کے لیے تیار ہے۔ مہنگائی آسمان سے بات کر رہی، اشیائے ضروریہ عام آدمی کی دست رس سے باہر ہو رہی ہیں، عام آدمی کی زندگی اس کے ناتواں کاندھے پہ بوجھ ہو گئی ہے، بے روزگاری کا اژدھا نسلوں کے مستقبل کو تاریکیوں میں ڈبو رہا

ہے نوجوان طبقہ یاسیت اور قنوطیت کی راہ پہ جارہا ہے لیکن ان کے خلاف کوئی آواز اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہے- میڈیا بھی ارباب اقتدار کی غلط پالیسیوں پہ روکتا ٹوکتا تھا، حقائق کی تہوں میں اتر کر ہونے والے ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کرتا تھا جمہور کے حقوق کی پامالی کے خلاف منصوبہ بند انداز میں تحریک چلاتا تھا آمرانہ، جابرانہ اور حاکمانہ انداز حکمرانی پہ بجا تنقید کر کے صاحبان اقتدار کو کج روی سے روکنے کی کوشش کرتا تھا لیکن افسوس صد افسوس! کہ اس نے بھی اپنی روش تبدیل کر دی ہے اب حقائق سے یکسر آنکھیں بند کر کے ارباب اقتدار کی چشم ابرو پہ رقص برہنہ کرنے کا اس نے بھی مزاج بنالیا ہے- اب تو بات یہاں تک پہنچ گئی کہ صاحبانِ اقتدار کی گود میں کھیلنے کے سبب عام لوگوں کی زبان میں یہ گودی میڈیا سے موسوم ہو چکے ہیں- اب میڈیا سے وابستہ افراد حقائق کی تہوں میں اتر کر واقعات کی درست اور حقیقی منظر کشی کرنے کا مزاج فراموش کر بیٹھے اب تو یہ وہی کرتے ہیں جو ارباب اقتدار چاہتے ہیں- ملک کے ایک مخصوص طبقے کو جس انداز میں نشانہ بنایا جارہا ہے ان کے مذہبی مقامات پر پے در پے حملے کیے جارہے ہیں مقدس مذہبی شخصیات کے خلاف بے ہودگی، زبان درازی اور ناشائستہ لب و لہجے اختیار کیے جارہے ہیں وہ نہ صرف قابل افسوس ہے بلکہ حد درجہ لائق ملامت و مذمت بھی اس معاملے میں میڈیا کا کردار بھی بے انتہا گھناؤنا اور اور قابل نفرت ہے آئے دن مباحثے و مذاکرے میں مذہبی شخصیات کی کردار کشی کی جاتی ہے، بیہودہ گوئی اور حقائق کے خلاف نفرت کی زبان استعمال کی جاتی ہے، ہمیں ان لوگوں سے بھی سخت شکایت ہے جو اس قسم کے مباحثے، مذاکراے میں شامل ہوتے ہیں جہاں قوم و ملت کو ذلیل و رسوا کرنے کے لیے مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ اسٹیج آراستہ کیا جاتا ہے- وہ کیوں اس میں شامل ہو کر قوم و ملت کی جگ ہنسائی کا سبب بنتے ہیں؟ ایک دور تھا جب میڈیا پہ پے نیوز چلائی جاتی تھی یعنی پیسے کے زور پہ میڈیا میں اپنی مرضی سے صحیح غلط خبریں نشر کرائی جاتی تھیں اب پے ڈیبیٹ کا دور شروع ہو گیا ہے اور مباحثوں و مذاکروں میں ایسے زر خرید اور ضمیر فروش افراد کو لا کر بیٹھا دیا جاتا ہے کہ زیر بحث موضوع پہ جن کی معلومات کا دائرہ بے پناہ تنگ ہوتا ہے اور جو صرف اور صرف رونمائی کے شوق، مادی دولت کے حصول اور سستی شہرت کے لیے میڈیا پہ آتے ہیں اور قوم و ملت کی ذلت و رسوائی کا سبب بنتے ہیں- گھٹیا صحافت سے وابستہ افراد کو بھی ایسے عناصر کی تلاش رہتی ہے جو اپنے ضمیر کا گلا گھونٹ سکتے ہوں، جو مادی قربان گاہ پہ قوم و ملت کی عزت و ناموس کو بھینٹ چڑھا سکتے ہوں جو جمہور کے حقوق کی بازیافت کے نام پہ اپنی جیب گرم کر سکتے ہوں جو اسلامی تنظیم کا کوئی فرضی بورڈ لگا کر گھومنے والے ہوں ایسے ضمیر فروش افراد مذاکرے مباحثے میں شامل ہو کر قوم و ملت کی شرمندگی کا سبب بنتے ہیں- اب تو معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ شرکت سے قبل انہیں زیر بحث موضوع کے تعلق سے سوال کے ساتھ ساتھ جوابات بھی دے دئے جاتے ہیں چنانچہ وہ وہی بولیں گے جو انہیں طوطے کی طرح رٹا دیا گیا ہے- برقی صحافت کی بگڑتی ہوئی صورت حال کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ انصاف پسند، زندہ ضمیر، حساس اور باشعور اربابِ فضل و کمال نے اس قسم کے مباحثے و مذاکرے میں شرکت کا عملاً بائیکاٹ کر رکھا ہے- میڈیا سے وابستہ مردہ ضمیر افراد نے تو ظلم و زیادتی اور ناانصافیوں کے خلاف حق کی آواز بلند نہ کرنے کی جیسے قسم کھا رکھی ہے حقائق اور شواہد سے یکسر آنکھیں بند کر کے یک رخی پالیسی اختیار کر رکھی ہے ایسے میں لازم و ضروری ہے کہ ملک کے تمام انصاف پسند، حساس اور زندہ ضمیر افراد بالخصوص مسلمان میڈیا کا مکمل بائیکاٹ کریں- میڈیا سے وابستہ اربابِ فکر و نظر کی بھی یہ اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک میں بڑھتی پھیلتی نفرتوں کی منھ زور آندھی کے خلاف منصوبہ بند انداز میں مورچہ بندی کریں وطن کی سالمیت اور یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کی حفاظت کی ذمہ داری ان کے کاندھوں پہ بھی ہے صاف شفاف صحافت جو کبھی ہمارے اسلاف کا طرۂ امتیاز تھی اسی راہ پہ چلنے کی ضرورت ہے زرد صحافت کی مکروہ و ناپسندیدہ روش پہ چل کر خود کو، صحافت کو اور وطن کو بدنام ہونے سے محفوظ کریں- صحافت سے وابستہ ارباب نے ہمیشہ جرأت و بے باکی کے ساتھ مظلوموں کے حقوق کے لیے آواز بلند کی ہے- ایمرجنسی کا وہ سیاہ و تاریک دور یاد کیجئے جب حق بولنے اور حق سوچنے پہ بھی حکومت کی جانب سے سخت قسم کی پابندیاں عائد کر دی گئی تھیں اس تاریک دور میں بھی اربابِ صحافت نے حق کا گلا نہیں گھونٹا بلکہ پوری دیانت داری اور پامردی کے ساتھ اپنی منصبی ذمہ داریاں بخوبی نبھائیں گو کہ انہیں اس کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتوں سے بھی گزارا گیا، پریس کے دفاتر میں تالے بھی لگائے گئے، اس کی آزادی بھی سلب کی گئی لیکن ظلم و ستم کے ہر سوال پہ حق گو اور حق پسند حضرات جرأت و بے باکی کا مظاہرہ نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ کرتے رہئے۔

ابھی حالیہ چند دنوں قبل ایک ڈیبیٹ پروگرام میں بر سر اقتدار جماعت کی ترجمان نوپور شرما نے آقائے کونین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان اقدس میں جس قسم کی بدتمیزی، دریدہ دہنی کی ہے اور گستاخانہ لب و لہجے میں گفتگو کی ہے وہ کسی بھی تہذیب یافتہ سماج سے وابستہ فرد کے لیے قابل قبول نہیں اور اس گھناؤنی حرکت پہ جس قدر مذمت کی جائے وہ کم ہے- اربابِ اقتدار ایسے خبیث ذہن لوگوں کا سختی کے ساتھ محاسبہ کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ پانی سر سے اونچا ہو جائے اور ملک خانہ جنگی کی راہ پہ چلا جائے- لہٰذا ملک کی سالمیت، یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کی حفاظت اور قیام امن و امان کے لیے حکومت ٹھوس اور مضبوط لائحۂ عمل مرتب کرے کہ یہ ان کی اخلاقی و منصبی ذمہ داری ہے۔

از: محمد ملک الظفر سہسرامی

خیر و خبر

دارالعلوم قادریہ، چریاکوٹ، میں یوم صدر الشریعہ

حضور صدر الشریعہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ ایک بہترین استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم مشفق و مربی بھی تھے، وہ طلبہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت پر بھی توجہ دیتے تھے۔

مذکورہ بالا خیالات کا اظہار حضرت مولانا محمد شمیم رضا مصباحی، استاذ دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ نے حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کے وصال کے تعلق سے 2 ذی القعدہ بعد نماز مغرب منعقدہ ”یوم صدر الشریعہ“ کے موقع پر کیا۔

حضرت مولانا شعبان احمد مصباحی استاذ دارالعلوم ہذا نے بھی ”شان اولیاے کرام اور صدر الشریعہ“ کے موضوع پر پر مغز خطاب کیا۔ بعدہ صدر اجلاس مبلغ اسلام حضرت علامہ و مولانا عبد المبین نعمانی صاحب قبلہ مہتمم دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ نے حضور صدر الشریعہ کے مقام و مرتبے اور ان کے زہد و تقویٰ کو بیان فرمایا اور صدر الشریعہ کی مشہور زمانہ کتاب بہار شریعت کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کیا

اخیر میں صلاۃ و سلام اور حضور مبلغ اسلام کی رقت انگیز دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر دارالعلوم قادریہ کے اساتذہ اور طلبہ کے ساتھ ساتھ دیگر حضرات بھی شامل رہے۔ **از: محمد عارف نعمانی**

محمد زبیر کی گرفتاری افسوس ناک

ملک کی برسر اقتدار حکومت بی۔ جے۔ پی۔ کی ترجمان نوپور شرما اور سیاسی رہنما جندال نے پیغمبر اسلام کی شان میں نہایت ہی نازیبا کلمات استعمال کرتے ہوئے شدید گستاخی کی، جس کی وجہ سے ملک کے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے اور ان میں شدید غم و غصہ دیکھنے کو ملا، جانے کتنے ہی احتجاجی مظاہرے ہوئے جانے کتنے تھانوں میں امن و سکون کے ساتھ ایف آئی آر درج کرانے کی کوشش کی گئی لیکن نہ تو انتظامیہ نے کوئی کارروائی کی اور نہ ہی حکومت نے معاملہ کو سنجیدگی سے لیا، مزید برآں آئینی اجازت سے صدائے احتجاج بلند کررہے لوگوں کو بدنام کر کے ان کے خلاف کارروائیاں کی گئیں حتیٰ کہ ایک مسلم نوجوان کو صوبہ جھارکھنڈ کے رانچی میں پولیس نے گولی مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود جب گستاخان رسول کے خلاف کوئی کاروائی نہ ہوئی تو ”آلٹ نیوز“ جو کہ ایک فیکٹ چیکنگ یعنی خبروں کی حقیقت سامنے لانے والی ویب سائٹ ہے اس کے بانیوں میں سے ایک محمد زبیر نے اس معاملہ کو عالمی پیمانے پر پیش کرتے ہوئے ان گستاخوں سمیت ان کی سیاسی پارٹی کو بے نقاب کرنے کی کامیاب کوشش کی جس کے بعد ہر چہار جانب سے ملک کی حکومت پر دباؤ بننا شروع ہو گیا اور دوسرے اسلامی ممالک نے اپنے پیغمبر کی شان میں گستاخی کرنے والے کے خلاف سخت کارروائی کا مطالبہ شروع کردیا، جس کے پیش نظر بی۔ جے۔ پی۔ کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی اور اس نے مذکورہ ممبران کو پارٹی سے بے دخل کر دیا۔ یہ بات ملک کے نفرت پسند لوگوں کو کچھ زیادہ راس نہ آئی اور انھوں نے اسے اپنی توہین سمجھتے ہوئے محمد زبیر کو آڑے ہاتھوں لینے کا منصوبہ بنا لیا اور سماجی رابطے کی ویب سائٹ ٹوئیٹر کے ذریعہ محمد زبیر کے چار سال پرانے ایک ٹوئیٹ کو ”ری ٹوئیٹ“ (دوبارہ ٹوئیٹ) کر دیا گیا جس میں آج سے چار سال قبل محمد زبیر نے 1938ء میں ہرش کیش مکھرجی نامی فلم ساز کے ذریعہ بنائی گئی فلم ”کسی سے نا کہنا“ جو کہ سی۔ بی۔ ایف۔ سی۔ یعنی فلموں کو سند فراہم کرنے والی مرکزی ادارے کی جانب سے منظور شدہ فلم ہے اس فلم کی ایک تصویر پوسٹ کرتے ہوئے لکھا تھا ”2014ء سے پہلے ہنی مون ہوٹل اور 2014ء کے بعد ہنومان ہوٹل“ در اصل انھوں نے ملک میں پھیلتی نفرت کی کھیتی پر تنز کسا تھا۔ اسی چار سال پرانے ٹوئیٹ کو ایک نامعلوم شخص کے ذریعہ وائرل کر پولیس کو شکایت درج کرائی گئی جس کے بعد پولیس نے فوری کارروائی کرتے ہوئے محمد زبیر کو گرفتار کرلیا اور ان کے بینک بیلنس سے لے کر ذاتی معاملات میں چھان بین شروع کردی ہے، محمد زبیر ابھی بھی پولیس حراست میں ہیں۔ خدا ہی جانے انجام کیا ہوگا؟؟؟؟ اور اب اس نامعلوم شخص نے اپنے ٹوئیٹر

اکاؤنٹ کو ڈیلیٹ کر دیا۔ جب کہ اس سے ایک روز قبل محمد زبیر کے وکیل ورندا گرور نے عدالت میں اس اکاؤنٹ سے متعلق کچھ سوالات کیئے مگر انھیں نظر انداز کر دیا گیا، اور پولیس نے برجستہ کہ دیا کہ ہم اس اکاؤنٹ کی تفتیش نہیں کریں گے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کون تھا اس اکاؤنٹ کا مالک کون تھا جس نے محمد زبیر کے چار سال پرانے ٹوئیٹ کو غلط رنگ دے کر پولیس کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ کیا اس کے پیچھے محمد زبیر کی وجہ سے ہزیمت اٹھانے والی بی۔ جے۔ پی۔ تھی جس کی طرف اشارہ ٹی۔ ایم۔ سی۔ کے سیاسی رہنما ساکیت گوکھلے کی تفتیش کرتی ہے یا فرقہ پرست تنظیموں میں سے کوئی تھا؟؟؟

ان سارے سوالوں کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ 1938ء میں بنی فلم کی ایک کلپ جس میں واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے کہ اس میں "ہنی مون ہوٹل" کو کاٹ چھاٹ کر "ہنومان ہوٹل" لکھا گیا تھا۔ فلم آج سے ۳۹سال قبل بنی تب سے لے کر آج تک نہ جانے کتنے ہندوؤں نے فلم دیکھی مگر تب تک کسی کی مذہبی جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچی تھی اور نہ ہی پچھلے چار سالوں میں محمد زبیر کی ٹوئیٹ سے کسی کی مذہبی جذبات مجروح ہوئے اور آج جب محمد زبیر نے گستاخان رسول کو عالمی پیمانے پر بے نقاب کر دیا تو آن کی آن میں مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچ گئی۔ یا للعجب۔ اور اس پر ہمارے اکابرین کی خاموشی مزید کسی دوسرے زبیر کو پیدا نہ ہونے دے گی۔

از: **محمد شعیب رضا نظامی فیضی**
چیف ایڈیٹر ہماری آواز، گولا بازار گورکھ پور

بالاسور، اڈیشا میں جلسہ سنگ بنیاد کنزالرضا

مولانا محمد تنویر مصباحی کے زیر قیادت اور محمد ثانی صاحب کے زیر نظامت سرزمین بالاسور صوبہ اڈیشا میں 11 جون 2022 بعد نماز عشا جلسہ سنگ بنیاد کنزالرضا منعقد ہوا۔ اس جلسہ پاک میں ہند کے مختلف صوبوں سے مشہور و معروف علما و شعرا مدعو تھے۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ علمائے کرام نے سامعین کو اپنے پر مغز خطاب سے نوازا اور شعرائے عظام نے نعت رسول پڑھ کر سامعین کے قلوب کو عشق رسول سے معمور کیا۔ خصوصیت کے ساتھ خلیفہ حافظ ملت حضور نصیر ملت صاحب سابق استاذ جامعہ اشرفیہ اور شہزادہ عزیز ملت حضور نعیم ملت صاحب استاذ الجامعۃ الاشرفیہ نے اصلاح عوام اور تعلیمی افادیت پر بہترین خطاب فرمایا۔

تقریبات 1 بجکر 30 منٹ پر شہزادہ حافظ ملت حضور عزیز ملت صاحب قبلہ سربراہ اعلی الجامعۃ الاشرفیہ نے خطاب شروع فرمایا۔ دوران خطاب حضرت نے مولانا عبدالرشید حبیبی اور مولانا وجہ القمر مصباحی کو خلافت و اجازت سے نوازا۔ یہ سن کر حاضرین نے مسرت کا اظہار کیا اور اس نعمت کی حصولیابی پر مبارکباد پیش کیے۔ صلاۃ و سلام کے بعد حضور عزیز ملت کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

جلسے میں شرکت کرنے والوں میں سے مولانا منور رضا مصباحی، مولانا اورنگ زیب مصباحی، مولانا شاہ دین مصباحی، مولانا مسعود رضا مصباحی، مولانا سید عبدالمسجود حبیبی، مولانا سلیم الدین حبیبی، مولانا شمس الہدی رضوی، مولانا شمول اختر مجاہدی اور مولانا غلام محمد مجاہدی وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

رپورٹ: **اراکین کنزالرضا** بالاسور اڈیشا

البرکات میں مسابقہ

کوئی بھی ذی شعور تحریر و قلم کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتا۔ اہل علم کے درمیان اس کی اہمیت و افادیت ہر دور میں مسلم رہی ہے۔ البرکات میں منعقد ہونے والے اس مسابقے کی نوعیت یہ ہوتی ہے کہ طلبہ آزادانہ طور پر ملک کے بڑے بڑے اخبارات و رسائل میں دینی، عصری، سماجی، تعلیمی، معاشی، اقتصادی اور اصلاحی عناوین پر مضامین اور مراسلے تحریر کر کے اخبارات میں اشاعت کے لیے بھیجتے ہیں اور شائع ہونے پر ان کی تحریروں کا نمبر محفوظ کیا جاتا ہے۔ مسابقے کا پہلا ہفتہ مکمل ہونے پر طلبہ کی کارکردگی کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ پھر طلبہ کو اس مسابقے میں پیش آنے والی مشکلات کا حل پیش کیا جاتا ہے، ان کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ تاکہ وہ بھی مقابلے میں بنے رہیں۔ ایسا کرنے سے کافی سدھار بھی دکھتا ہے۔ جن کے مضامین کم آتے ہیں وہ بھی بعد میں رفتار پکڑ لیتے ہیں، اسی طرح یہ مسابقہ چلتا رہتا ہے، اختتام پر انعامات دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

اسی تربیت کی ایک کڑی کے اختتام پذیر ہونے پر البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ میں حضرت سید محمد امان قادری دام ظلہ العالی کے زیر صدارت تقسیم انعامات کی تقریب منعقد کی گئی، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

تقریب کا آغاز مولانا شاداب رضا مصباحی کی تلاوت سے ہوا پھر مولانا ناظم برکاتی نے کلام پیش کیا۔ اس کے بعد راقم الحروف نے مسابقے کا تعارف، طلبہ کی کارکردگی اور نتیجے سے سامعین کو باخبر کیا۔ **(باقی ص 51 پر)**

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.2

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

July 2022

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔ اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریباً گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ والسلام

عبدالحفیظ عفی عنہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of–

(For Education) برائے تعلیمی چندہ	(For Construction) برائے تعمیری چندہ
(1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Central Bank of India** **A/C 3610796165** IFSC. Code: CBIN 0284532	(1) Aljamiatul Ashrafia **Central Bank of India** **A/c 3610803301** IFSC. Code: CBIN 0284532
(2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Union Bank of India** **A/C 303001010333366** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301	(2) Aljamiatul Ashrafia **Union Bank of India** **A/c 303002010021744** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301
(3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Punjab National Bank** **A/c 05752010021920** IFSC. Code : PUNB0057510	(3) Aljamiatul Ashrafia **Punjab National Bank** **A/c 05752010021910** IFSC. Code : PUNB0057510

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

BHIM UPI Payments Accepted at Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN